﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ — جمعہ ٦ جنوری ۱۹۹۵ء — شمارہ ۱

لوگوں میں قیام امن کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہمیں عالمی جدوجہد کرنی چاہئے

اس دنیا کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ابراہیمی مزاج اور ابراہیمی روح کی ضرورت ہے

جماعت احمدیہ کو خدا نے رہنمائی کی وہ صلاحیت بخشی ہے اور تقویٰ کی برکت سے وہ نور بخشا ہے جس نور کی روشنی میں تمام اندھیروں کے ازالے کئے جائیں گے

M.T.A کے ذریعہ آج بلاشبہ دنیا کے ہر براعظم میں ہر طرف اس جلسہ کی آواز گونج رہی ہے

(قادیان دارالامان (انڈیا) میں جماعت احمدیہ کے ایک سو تیسرے (۱۰۳) جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے پہلے روز کے خطاب کا خلاصہ)

قادیان دارالامان (انڈیا) میں جماعت احمدیہ کے ایک سو تیسرے (۱۰۳) جلسہ سالانہ کے انعقاد کے موقعہ پر جلسہ کے پہلے اور آخری روز سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ مسجد فضل لندن سے براہ راست جلسہ کے شرکاء سے خطاب فرمایا۔ حضور انور کے یہ خطابات مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (انٹرنیشنل) کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست نشر کئے گئے۔ اور یوں لاکھوں افراد نے ایک رنگ میں جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی۔

۲٦ دسمبر کو ۱۰ بجے صبح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ محمود ہال لندن میں تشریف لائے۔ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہونے کے بعد حضور نے فرمایا کہ آج ہم قادیان کے جلسہ سالانہ میں غائبانہ لیکن ایک پہلو سے حاضر شمولیت کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ کے بعد جو مکرم لئیق احمد صاحب طاہر (مبلغ سلسلہ) نے کی بنگلہ دیش کے دو جڑواں بھائیوں (صلاح الدین طارق صاحب اور معین الدین زبیر صاحب) نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو منظوم کلام سے بعض اشعار اپنے خاص دلکش انداز میں ترنم سے پڑھ کر سنائے اور قریباً ۲۵۔ ۱۰ بجے (قبل دوپہر) حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا آغاز تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ہوا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ ہم آج پھر قادیان کے جلسہ میں شرکت کے لئے مسجد فضل لندن میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس جلسہ میں دنیا بھر کی جماعتوں سے مختلف علاقوں سے وہ جنہیں خدا نے توفیق عطا فرمائی مقدس مقامات کی زیارت اور وہاں پاک ماحول میں بیٹھ کر نیک باتیں سننے کے لئے قادیان میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ آج بلاشبہ دنیا کے ہر براعظم میں ہر طرف اس جلسہ کی آواز گونج رہی ہے اور احمدی و غیر احمدی اور غیر مسلم بھی بکثرت اس جلسہ میں شامل ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایم۔ ٹی۔ اے۔ کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بہت سے غیر احمدی احباب کے فون، فیکسز اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایم۔ ٹی۔ اے۔ سے تعلق بڑھتا جا رہا ہے۔ بعض کیبل کمپنیوں کی طرف سے بھی درخواستیں ملی ہیں کہ انہیں اجازت دی جائے کہ وہ کیبل کے ذریعہ ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے پروگرام لوگوں کو سنوا سکیں۔ اس میں عیسائی ممالک بھی شامل ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ وہ عالمی وحدت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نام پر توحید باری کے لئے قائم کرنی ہے وہ ہم ہی نے کرنی ہے۔ خدا نے ایسے آثار پیدا فرما دئے ہیں کہ امیدوں کی یہ باتیں حقیقت دکھائی دے رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہماری آواز قادیان کی نمائندگی میں دنیا بھر میں پھیل رہی ہے۔ اس پر اللہ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں اس دور میں پیدا فرمایا جس میں اولین و آخرین بھی مل گئے اور تمام دنیا کی قومیں ایک جھنڈے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جھنڈے تلے اکٹھی ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں یعنی دنیا کی قوموں سے بڑی نمائندگی ایسی ہے جو امت واحدہ بننے کی تیاری کر رہی ہے۔ لیکن ابھی امت واحدہ بننے میں بہت سی روکیں اور مراحل ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ باوجود ہمارے کمزور اور ناطاقت اور دنیا کی نظر میں حقیر ہونے کے اللہ کے فضل سے خدا کے وہ وعدے جو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے فرمائے تھے ضرور پورے ہونگے اور ہمارے ذریعہ سے پورے ہونگے اور جس رفتار سے ہم ان وعدوں کے ایفاء کی طرف بڑھ رہے ہیں بعید نہیں کہ ہماری نسل ان وعدوں کا ایفاء بڑی شان سے پورا ہوتے دیکھے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے پروگرام سب دنیا میں سنے جاتے ہیں۔ اس کا مقبول ترین پروگرام "ملاقات" ہے۔ جس میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ شرکت فرماتے ہیں۔ قارئین الفضل انٹرنیشنل کی سہولت اور ریکارڈ کی غرض سے اس پروگرام کے بارہ میں ایک مختصر اشاریہ پیش خدمت ہے۔

ہفتہ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۴ء:

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بچوں کے ساتھ پروگرام ہوا۔ سب سے پہلے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں سے نماز کے دوران قعدہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی تینوں دعاؤں کا ترجمہ سنا۔ بچوں سے سننے کے بعد خود ان دعاؤں کا ترجمہ بچوں کو کہلوایا۔ نیز ان کے معانی و مطالب تفصیل سے بیان فرمائے اور بچوں کو سوچ سمجھ کر نماز پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔

حضور نے بچوں کو بتایا کہ قرآن کریم میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آئی ہے۔ لیکن اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سورہ النمل میں ابتداء کے علاوہ سورۃ کے درمیان میں بھی بسم اللہ آئی ہے۔ اس طرح سے جیسے قرآن کریم میں سورتیں ۱۱۴ ہیں اسی طرح بسم اللہ.... بھی ۱۱۴ دفعہ آئی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہت پیارے انداز میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ.... نہ رکھنے اور اس کی جگہ ایک اور سورۃ کے درمیان میں وہی "بسم اللہ" رکھ دینے کی حکمت بیان فرمائی۔

اس کے بعد سوال کیا گیا کہ کیا مسلمان "Big Bang" پر یقین رکھتے ہیں؟ جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو بگ بینگ کے متعلق تفصیل سے نہایت دلچسپ طریق پر بتایا۔

اتوار ۱۸ دسمبر ۱۹۹۴ء:

آج انگریز احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سوال و جواب ہوئی۔ مختصراً سوالات یہ تھے: (۱) تناسخ کے متعلق اسلامی نظریہ کیا ہے؟ (۲) اسلام میں عورت کا مقام کیا ہے؟ (۳) اسلام کا حضرت عیسیٰؑ اور عیسائیت کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ (۴) Mercy Killing کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

سوموار، منگل۔ ۱۹ اور ۲۰ دسمبر ۱۹۹۴ء:

حسب پروگرام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیوپیتھی کی ترپنویں (۵۳) اور چونویں (۵۴) کلاسز لیں۔

بدھ، جمعرات۔ ۲۱ اور ۲۲ دسمبر ۱۹۹۴ء:

ان دو دنوں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پروگرام کے مطابق ترجمۃ القرآن کی کلاسیں لیں۔ یہ ترجمہ قرآن کریم سکھانے کی اٹھائیسویں (۲۸) اور انتیسویں (۲۹) کلاسز تھیں۔ پہلے دن سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ تا ۲٦۰ نصف اول کا ترجمہ فرمایا اور دوسرے دن آیت ۲٦۰ نصف آخر تا ۲٦۸ کا ترجمہ سکھایا۔

اگرچہ یہ قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کی کلاس ہے لیکن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ترجمہ کو آسان بنانے کے لئے حسب ضرورت گرائمر کے قواعد بھی سکھاتے ہیں۔ نیز ترجمہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے معانی کو پوری طرح سمجھانے کے لئے بعض اہم مقامات کی تشریح و تفسیر بھی بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ۲۱ دسمبر کی کلاس میں حضور انور نے آیت الکرسی کا ترجمہ بیان فرماتے ہوئے "ولا یؤوده حفظهما" کے الفاظ کی نہایت لطیف تفسیر بیان فرمائی۔

جمعۃ المبارک ۲۳ دسمبر ۱۹۹۴ء:

آج "ملاقات" پروگرام میں احمدی احباب کے ساتھ عمومی سوال و جواب کی مجلس ہوئی۔ جس میں درج ذیل سوالات کے جوابات دئے گئے۔

(۱) جانور کی قربانی کے وقت کیا یہ ضروری ہے کہ قربانی کرنے والا چھری پر ہاتھ رکھے اور کیا جانوروں کی قربانی کا طریق انسانوں میں جذبہ قتل کو ابھارنے کا موجب نہیں ہے؟

(۲) غیر محرم قریبی رشتہ داروں سے پردہ کے بارہ میں ایک سوال اور اس کی وضاحت؟

(۳) آنحضرتؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے پیدا ہونے اور چھوٹی عمر میں وفات پا جانے میں کیا حکمت الٰہی کار فرما ہے؟

(۴) شیعہ دوستوں کے خیال میں امام کا درجہ نبی سے زیادہ ہے۔ اس پس منظر میں بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ کو امام کیوں کہا جاتا ہے؟

(۵) سورہ الواقعہ میں اولین اور آخرین کا ذکر ہے۔ اس تسلسل میں یہ سوال ہے کہ "ثلة من الاولین" اور "قلیل من الآخرین" کی کیا تشریح ہے؟

(٦) ماہرین تعلیم میں سے بعض کا خیال ہے کہ بچوں کو ان کی لیاقت کی بناء پر الگ گروپ بنا کر تعلیم دینا

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

جماعت کے اپنے اخبار سے متعلق احباب جماعت کے نام
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک دائمی پیغام

آج ہم اپنے قارئین کی خدمت میں روزنامہ الفضل ربوہ کے سابق ایڈیٹر بزرگوارم مکرم و محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی کا ایک مکتوب پیش کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا پہلا حیات آفریں سال کامیابی سے مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس چشمہ فیض کو سدا جاری و ساری رکھے اور یہ پوری شان کے ساتھ رواں دواں رہ کر بنی نوع انسان کی روحانی سیری و سیرابی کا سامان فراہم کرتا رہے اور یہ اسلام کے جاودانی فیض کو کل عالم کے لئے عام کرنے والا چشمہ جاوداں ثابت ہوتا چلا جائے۔

جس طرح خلافت رابعہ کے نئے بابرکت دور میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم۔ ٹی۔ اے) کے ذریعہ اسلام کی آفاق گیر اشاعت کی ایک یکسر نئی اور ہمہ گیر نوعیت کی سمعی و بصری راہ ہموار ہوئی ہے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی پہلے سے دی ہوئی خبر کے مطابق آج کرہ ارض کے آفاق گیر کنارے بھی اسلام کے پیغام کی آواز اور چہکار سے مسلسل گونج اور چمک رہے ہیں اسی طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد مبارک میں خود حضور ہی کی زیر نگرانی و سرپرستی لندن جیسے اہم مغربی شہر سے الفضل انٹرنیشنل کا اجراء بھی آفاق گیر دعوت الی اللہ کے نئے خصوصی اہتمام ہی کی ایک مبارک کڑی ہے۔ اس کے لئے بھی پھلنا پھولنا اور عالمی سطح پر ترقی کرنا مقدر ہے۔ مبارک ہیں ہمارے وہ سب بھائی جنہیں بفضل ایزدی آغاز کار سابقین اور اولین کے طور پر اس کے عملہ ادارت میں شامل ہونے کا خصوصی اعزاز حاصل ہوا اور اس طرح قلمی اور انتظامی خدمات بجالانے کی غیر معمولی سعادت ان کے حصہ میں آئی اور وہ خدا کے فضل سے اس سعادت سے مسلسل بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ ان میں بدرجہ اولیٰ برادرم مکرم چوہدری رشید احمد صاحب پریس سیکرٹری اور برادرم مکرم مولانا نصیر احمد صاحب قمر، مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل، سرفہرست ہیں۔ اور اسی طرح مبارک ہیں برطانیہ اور دیگر مشرق و مغرب کے وہ سب احباب جماعت بھی جو اس نہر خوشگوار کے آگے بڑھنے کی خوشکن رفتار کو مقدور بھر دل آویزی سے ہمکنار کرنے میں قلمی معاونت کی سعادت سے بہرور ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الفضل انٹرنیشنل کو اعلیٰ پایہ کے نئے سے نئے بین الاقوامی قلم کار سدا عطا فرماتا رہے اور قلم کار حامیان حق کا یہ گروہ وفاشعار سدا پھولتا پھلتا بڑھتا اور پھیلتا رہے۔

حمد اور شکر کے اس موقع پر جبکہ الفضل انٹرنیشنل نے پہلا سال کامیابی سے مکمل کر کے دوسرے سال میں قدم رکھنے کی توفیق پائی ہے خاکسار آج سے بیاسی سال قبل قادیان سے جاری ہونے والے اخبار الفضل کے مقدس بانی سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک پیغام احباب جماعت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ حضورؓ نے وہ پیغام احباب جماعت کے نام اس وقت دیا تھا جب ۱۹۵۴ء کے اواخر میں روزنامہ الفضل لاہور کی بجائے مرکز سلسلہ، دارالہجرت ربوہ سے نکلنا شروع ہوا۔ خاکسار اس زمانہ میں الفضل کا نائب مدیر ہی نہیں بلکہ اس کا پرنٹر و پبلشر بھی تھا۔ اس لئے حضورؓ نے ربوہ سے روزنامہ الفضل کے اجراء کے سلسلہ میں سرکاری منظوری حاصل کرنے اور اس ضمن میں قانونی تقاضے پورے کرنے کی ڈیوٹی خاکسار کے سپرد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضورؓ کی توجہ اور دعاؤں کے نتیجہ میں جب جملہ مراحل طے ہونے سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو خاکسار نے ایک عریضہ کے ذریعہ حضورؓ کو اس کام کی انجام دہی سے مطلع کیا اور اس عریضہ کے آخر میں محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل کی طرف سے یہ درخواست بھی پیش کی کہ حضورؓ ازراہ شفقت اس خاص موقع کے لئے احباب جماعت کے نام ایک پیغام بھی مرحمت فرمائیں۔ اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضورؓ نے عریضہ مذکور کے لفافہ کی پشت پر ہی قلم برداشتہ جو پیغام رقم فرمایا وہ بنیادی اور دائمی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی لئے وہ پیغام احباب جماعت کے لئے بالعموم اور الفضل انٹرنیشنل کے قارئین کے لئے بالخصوص آج بھی اتنا ہی تازہ اور نیا ثابت ہوگا جتنا کہ وہ آج سے چالیس سال قبل ربوہ سے پہلے پہل شائع ہونے والے روزنامہ الفضل کے قارئین اور دیگر احباب جماعت کے لئے تازہ بتازہ اور نو بنو تھا۔ حضورؓ کا وہ پیغام ان معنوں میں ایک دائمی پیغام ہے کہ وہ ہر دور میں اور ہر آنے والے زمانہ میں احباب جماعت اور خاص طور پر قارئین الفضل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ایسی مستقل نصیحت پر مشتمل ہے جس کی اہمیت ہمیشہ برقرار اور قائم و دائم رہے گی۔

پس منظر کی آئینہ دار اس تمہید کے بعد سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام الفضل انٹرنیشنل کی وساطت سے ہدیہ احباب کرتا ہوں۔ حضورؓ نے آج سے چالیس سال قبل ۲۹ دسمبر ۱۹۵۴ء کو احباب جماعت کے نام درج ذیل پیغام اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا:۔

[جلسہ ڈی۔ پی۔ ۴۲، ۵۴۔ ۱۲۔ ۲۹]

"الفضل آج ربوہ سے اخبار شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے اور جب تک یہاں سے نکلنا مقدر ہے اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ خاکسار

مرزا محمود احمد"

اس مقدس و بابرکت تحریر کی اہمیت اس کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے۔ پیغام اگرچہ مختصر ہے لیکن ہے اس قدر جامع و مانع کہ گویا ایک سمندر کوزہ میں سمٹ آیا ہے۔ فی زمانہ اخبارات کو جو بے انداز اہمیت حاصل ہو چکی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے اس میں حیات ملی کے ایک اہم راز پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور اس کے ذریعہ احباب جماعت کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر وہ ایک زندہ قوم کے افراد کی حیثیت سے دنیا میں رہنا، اور اس پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ من حیث القوم حیات ابدی کے وارث بنائے گئے ہیں تو پھر ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اخبار کو زندہ رکھیں اور اس کے زندگی سے مالا مال ہونے کو نمایاں سے نمایاں تر کرتے چلے جائیں۔ نیز اس پیغام میں احباب جماعت کو مزید توجہ دلائی گئی ہے کہ اخبار اسی طرح زندہ رہ سکتا ہے کہ ایک طرف عملہ ادارت کے اراکین اور جماعت کے اہل علم اور اہل قلم اصحاب مضامین لکھ کر اسے زیادہ سے زیادہ مفید اور فیض رساں بنائیں اور دوسری طرف جماعت اپنے اخبار کو زیادہ سے زیادہ خریدیں اور نہ صرف خریدیں بلکہ عادت مستمرہ کے طور پر اس کے بالاستیعاب مطالعہ اور اس سے کماحقہ استفادہ کی استطاعت و صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں تاکہ وہ اس میں شائع ہونے والی زندگی بخش تحریرات پر عمل پیرا ہو کر انفرادی طور پر بھی حیات ابدی کے وارث بنیں اور اس کے ذریعہ ان تک پہنچنے والی حیات آفریں تحریکات پر وہ لبیک کہہ کر اپنی زندگی کا عملی ثبوت دیتے چلے جائیں۔

مجھے یا مجھ ایسے کسی اور عامی کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے احباب مشرق و مغرب میں جہاں کہیں بھی آباد ہیں وہ الفضل انٹرنیشنل خود خرید کر پڑھیں۔ یہ بات تو سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ بالا دائمی پیغام سے از خود عیاں ہو رہی ہے۔ ہمیں اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ بنیادی اہمیت کی حامل سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہونے میں ہماری زندگی کا راز مضمر ہے۔ اور اس امر کو کہ ہم ایک زندہ اور زندگی بخش جماعت کے افراد ہیں دنیا پر آشکار کرنے کا انحصار بھی اس بات پر ہے کہ ہم حضورؓ کی اس نصیحت پر دل و جان سے عمل پیرا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت المصلح الموعودؓ کی اس نصیحت پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ الْاِيْمَانِ، مَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ يُدْخِلْهُ غَضَبُهُ فِي بَاطِلٍ، وَمَنْ اِذَا رَضِيَ لَمْ يُخْرِجْهُ رِضَاهُ مِنْ حَقٍّ وَمَنْ اِذَا قَدِرَ لَمْ يَتَحَاطَ مَا لَيْسَ لَهُ. (المعجم الصغير للطبرانی، باب من اسمه احمد ص ۲۱)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین باتیں اخلاق ایمان میں سے ہیں۔ یہ کہ جب اسے غصہ آئے تو اس کا غصہ اسے باطل میں مبتلا نہیں کر سکتا اور جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے حق سے باہر نکلنے نہیں دیتی اور جب اسے اقتدار ملے تو (اس وقت بھی) جو اس کا نہیں اس کو لینے کے لئے کوشش نہیں کرتا۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاَبْشِرُوا وَاسْتَعِيْنُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ. (بخاری ، كتاب الايمان باب الدين يُسرٌ).

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے لیکن جو دین پر قابو پانا اور اس پر غالب آنا چاہتا ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ لہذا میانہ روی اختیار کرو سہولت کے قریب قریب رہو اور (لوگوں کو) خوش خبری دو اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے میں (بذریعہ نوافل) اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

"جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان، اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیب"
(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

صدر مجلس کے استقبالیہ کلمات

"آئی۔ آر۔ آئی۔ ایس" کی طرف سے آپ (یعنی امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ) کو خوش آمدید کہنا میرے لئے اعزاز کا باعث ہے۔ "آئی۔ آر۔ آئی۔ ایس" مخفف ہے "انٹر ریلجس کنسلٹنس ان سرینام" کا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سرینام میں بین المذاہب مشاورت کا اہتمام کرنے والی تنظیم۔

سو ہمارے آج کے اجلاس میں آپ کے تشریف لانے پر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ یہاں سرینام میں ایک ہفتہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ کو اس امر کا پہلے ہی تجربہ ہو چکا ہے اور آپ بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں کہ آپ کا یہاں تشریف لانا خود سرینام کے لئے بہت باعث مسرت ہے کیوں نہ ایسا ہو جبکہ سرینام مہمان نوازی اور مسرت آفریں قہقہوں کی سرزمین کے طور پر مشہور ہے۔

ہم آپ کی شخصیت، آپ کے علم و فضل، اور آپ کے کارہائے نمایاں کے بارہ میں پہلے ہی کچھ نہ کچھ پڑھ چکے ہیں۔ آپ کے سرینام تشریف لا کر اور دنیا میں ہر جگہ جا کر بنی نوع انسان تک پیغام پہنچانے کے مقصد سے بھی ہمیں آگاہی حاصل ہے۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں آپ کا اصل اور بنیادی مشن یہ ہے کہ مختلف نسلوں، مختلف ملکوں اور مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا اور ان کے باہمی روابط کو بڑھایا جائے اور جہاں تک آپ کے پیغام کا تعلق ہے سو وہ ایک دوسرے کا احترام کرنے، غور و فکر سے کام لینے، ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کو اپنے درمیان قبول کرنے کا پیغام ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کا پیغام لوگوں کے درمیان امن اور انصاف کے قیام پر مبنی ہے۔

اسی ضمن اور اسی تعلق میں ہم نے آج شام آپ کو یہاں ہمارے درمیان تشریف لانے اور "آئی۔ آر۔ آئی۔ ایس" کے اراکین سے مخاطب ہونے کی زحمت دی ہے تاکہ ہم افکار و نظریات اور فہم و فراست کا باہم تبادلہ کر سکیں۔

"آئی۔ آر۔ آئی۔ ایس" کی تنظیم سرینام میں مذہبی لیڈروں کے ایک گروپ کے طور پر کام کر رہی ہے اور گزشتہ دو تین سال سے مصروف کار ہے۔ اب تک ہماری توجہ مل جل کر کام کرنے پر مرکوز رہی ہے۔ باہمی تبادلہ خیال کی طرف ہم نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ہم سرینام کے باشندوں کی فلاح و بہبود کے کام کرتے رہے ہیں۔ باہمی اشتراک عمل کے نتیجہ میں ہم نے کئی منصوبے شروع کر رکھے ہیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم باہم تبادلہ خیال کے سلسلہ کا بھی آغاز کریں اور اس طرح ایک دوسرے کے نظریات سے آگاہ ہو کر ایک دوسرے کے مذہب کو بہتر رنگ میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی لئے اب ہم نے مہمان مقررین کو مدعو کر کے ان کے خیالات سے مستفیض ہونے کا بھی ایک منصوبہ بنایا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت آپ پہلے مہمان مقرر ہیں جنہیں ہم نے مدعو کیا ہے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری دعوت قبول فرما کر

شریعت ـــ اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق

ـحضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک بصیرت افروز لیکچر۔

[سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳ جون ۱۹۹۱ء کو بین المذاہب مشاورت منعقدہ سرینام (جنوبی امریکہ) میں مندرجہ بالا موضوع پر انگریزی میں جو خطاب فرمایا تھا اس کا اردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین ہے۔ اردو ترجمہ مکرم و محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی، سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ (حال مقیم جرمنی) نے کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ادارہ الفضل یہ ترجمہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ (مدیر)]

باہمی تبادلہ خیال پر آمادگی کا اظہار فرمایا اور از راہ نوازش یہاں تشریف لائے۔ آج شام کے لئے جو موضوع مقرر کیا گیا ہے وہ ہے "شریعت ـ اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق"۔ یہ موضوع مقرر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں مختلف مذاہب کی موجودگی کو بطور پس منظر پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع کے مختلف پہلو اجاگر ہوں اور اس طرح اس کی مقتضیات سے آگاہی حاصل ہو۔ ایجنڈے کی دوسری شق "جماعت احمدیہ" کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے۔ چاہتے ہم یہ ہیں کہ احمدی مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم اور ان کے خلاف روا رکھے جانے والے مذہبی تشدد کے پس منظر و پیش نظر سے ہم آگاہی حاصل کر سکیں۔

آپ کے یہاں تشریف لانے پر ہم ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آج شام آپ کے اور ہمارے درمیان تبادلہ خیالات ہم دونوں کے لئے بہت خوش آئند اور مفید ثابت ہوگا۔ یہ باہمی اخوت کو فروغ دینے کا موجب بنے گا اور یہاں سرینام میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں مختلف مذاہب کے درمیان بہتر تعلقات کے قیام کے سلسلہ میں بہت ہی سود مند اور بامقصد تجربہ پر منتج ہوگا۔

ان مختصر افتتاحی کلمات کے بعد اب میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ ہماری تنظیم کے اراکین کو اپنے خطاب سے نوازیں۔

حضور ایدہ اللہ کا خطاب

جناب لارڈ بشپ، ایسوسی ایشن ہذا کے جنرل سیکرٹری موصوف، اور معزز خواتین حضرات!

ایسوسی ایشن ہذا کی تاریخ میں میرا پہلے مہمان مقرر کی حیثیت سے آج شام مدعو کیا جانا میرے لئے ایک نمایاں اعزاز کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ صاحبان نے باہم گفتگو اور تبادلہ خیالات کے جس خوش آئند سلسلہ کا منصوبہ بنایا ہے وہ ایک بامقصد مصروفیت اور مخصوص نوعیت کے ایک بہت ہی مفید تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے ہمراہ اس تجربہ میں میری شرکت میرے واسطے ایک تاریخی موقع سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ کیونکہ بالغ نظری کے آئینہ دار تبادلہ خیالات کی اس مجلس میں ہم سب شرکاء کار کے پیش نظر یہ امر ہے کہ ہم جوش و خروش اور جذباتیت سے مجتنب رہتے ہوئے بحث و تمحیص میں پوری آزادی بایں ہمہ متانت و سنجیدگی سے حصہ لیں اور فہمیدہ انسانوں کی حیثیت سے نظریات کا باہم اس غرض سے تبادلہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ یہ ہے مقصد ہم سب کے یہاں جمع ہونے اور ایک دوسرے کے خیالات سے مستفید ہونے کا۔ میرے لئے یہ امر از حد باعث مسرت ہے کہ آپ صاحبان نے اس نیک مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اسے عام کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ آج دنیا کو زندگی کے ہر شعبہ میں اسی نوعیت کے افہام و تفہیم اور تعاون و اشتراک کی بہت ضرورت ہے۔

جہاں تک ان دو موضوعات کا تعلق ہے جن کے بارہ میں مجھ سے اظہار خیال کی خواہش کی گئی ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں آغاز کار پہلے ہی ایک معذرت پیش کر دوں۔ وہ معذرت یہ ہے کہ دونوں موضوع جن پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے بہت وسیع ہیں اور جو محدود وقت سردست ہمیں میسر ہے وہ شاید صرف ایک موضوع کی کما حقہ وضاحت کے لئے بھی کافی ثابت نہ ہوسکے۔ سو میری تجویز یہ ہے کہ پہلے موضوع اول ـ "شریعت اور سیاست" ـ یعنی کسی ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ پر روشنی ڈالنے کے بعد اگر وقت بچا تو میں دوسرے موضوع کی طرف بھی متوجہ ہوں گا بصورت دیگر میرے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوگا اور ہمیں مقررہ وقت کی پابندی کرتے ہوئے بات کو پہلے موضوع کی ممکنہ وضاحت پر ہی ختم کرنا ہوگا۔ پابندی وقت کے نتیجہ میں آپ صاحبان کو بھی اپنے خیالات پیش کرنے کا موقعہ مل سکے گا اور اگر آپ نے چاہا تو آپ سوالات بھی دریافت کر سکیں گے۔ بہرحال میری کوشش یہ ہوگی کہ میں اختصار سے کام لوں لیکن اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حتی المقدور بات جامع اور قابل فہم انداز میں بیان کی جائے تاکہ کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔ اب میں زیر بحث موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اس موضوع کی اہمیت ظاہر و باہر ہے کیونکہ قانون شریعت کے نفاذ کا مسئلہ مسلمان ملکوں میں گرما گرم بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔

پاکستان میں قانون شریعت کے نفاذ کا مسئلہ

حال ہی میں پاکستان کا ملک، شریعت کے نفاذ سے متعلق پرجوش اور بسا اوقات پر تشدد مباحثہ و مناقشہ اور بحث و تکرار کی آماجگاہ بنا رہا ہے اور اس کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں اب بھی جاری ہے۔ بالعموم سمجھا یہ جاتا ہے کہ اگر کسی ملک کے باشندگان کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے تو پھر وہاں کے مسلمانوں کا یہ حق ہے اور حق ہی نہیں بلکہ ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس ملک میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب مسلمان کسی ملک میں اکثریت میں ہیں تو ظاہر ہے وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ قرآن ایک کامل کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل شریعت ہے اور انسانی سرگرمیوں کے پورے دائرے پر اس کی عملداری مسلم ہے یعنی اسلامی شریعت معین طور پر یہ وضاحت کرتی ہے کہ انسان کو ہر شعبہ زندگی میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے تو پھر ان جملہ دعاوی کے محض زبانی اظہار پر اکتفا کرنا اور انہیں عملی جامہ نہ پہنانا منافقت کے مترادف ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان اکثریتی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان جملہ دعاوی کو بلحاظ عمل ان کے منطقی نتیجہ تک پہنچائیں اور وہ منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اپنے ملک میں قانون شریعت کو نافذ کریں اور صرف اسے ہی قانون رائج الوقت کا درجہ دیں۔ ایک طرف تو اس استدلال پر زور دیا جا رہا ہے دوسری طرف بہت سی مشکلات کا تذکرہ بھی عام سننے میں آتا ہے جن کا تعلق نفاذ شریعت کے سلسلہ میں قانون سازی کی عملی مقتضیات یا بہت سنگین قسم کے آئینی مسائل سے ہے۔

ایک امر جس کی طرف میں سب سے پہلے توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ حقیقت الامر کے طور پر ایک بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ شریعت کے نفاذ کو ان لوگوں پر ٹھونسا نہیں جاسکتا جو اپنی روز مرہ کی عام زندگی میں عملاً نہ صرف یہ کہ مثالی مسلمان نہیں ہیں بلکہ جن کا عمل مثالی مسلمانوں کے عمل سے یکسر الٹ اور متضاد واقع ہوا ہے۔ زندگی کے ان شعبوں میں جن میں انہیں اسلام پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی حاصل ہے انہوں نے اسلام کے ساتھ وابستگی کے زبانی ادعا کے باوجود اسلام سے بدرجہا دوری اختیار کر رکھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ خوشی اور اپنی مرضی سے اسلام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ قانون کے جبر یا کسی نوع کے تشدد سے مرعوب ہو کر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے پہلو ہیں جن پر گرما گرم بحث جاری ہے اور برسرکار ذمہ دار افراد کو ان کے تسلی بخش حل کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔

اب میں ان نکات کی طرف آتا ہوں جن سے آپ کو اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس تعلق میں پاکستان میں جو بحث ہوتی رہی ہے اور جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اس میں ایک طرح سے میں بھی ذاتی طور پر حصہ لیتا رہا ہوں۔ بہت سے علم دوست احباب جو لندن آکر مجھ سے ملتے رہے اور اسی طرح وہ اصحاب جنہوں نے بذریعہ خط و کتابت رہنمائی چاہی میں ان سب کی مدد کرتا رہا ہوں۔ اگرچہ میں نے اس موضوع سے متعلق انہیں باقاعدہ نکات تو نہیں لکھوائے تاہم اس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ سے متعلق اس کے وسیع تر پس منظر و پیش منظر اور عملی اقدامات کے ممکنہ نتائج و عواقب کو پوری طرح سمجھنے میں ان کی مدد میں نے ضرور کی اور حسب موقع مدد کرتا رہا۔ نتیجۃً اس موضوع پر پاکستان میں جو بہت سے مضامین شائع ہوئے ان میں سے متعدد مقالہ جات یقیناً میرے نقطہ نظر کے بھی عکاس تھے۔

یہ درست ہے کہ شریعت بھی اپنی ذات میں ایک قانون ہے اور اسے مسلمانوں کے لئے منجانب اللہ

عطا ہونے والے اسلام کے قانون کا درجہ حاصل ہے۔ سوال قانون اسلام پر مسلمانوں کے عمل پیرا ہونے کا ہی نہیں ہے بلکہ اصل سوال یہ درپیش ہے کہ کسی ملک میں ایک سیاسی حکومت کو چلانے اور اس ملک کے مخصوص حالات کے پیش نظر امور مملکت طے کرنے کے لئے اس شرعی قانون کو کس طرح اور کس حد تک ملکی قانون کی شکل میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ سوچنے والی اہم بات یہ ہے کہ ایسا کرنے میں بہت سے کئی اور مسائل کا اٹھ کھڑا ہونا لازمی ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کو ہی لے لیں کہ ایک مسلمان ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملک کی پوری آبادی کے لئے اپنے پہلے سے طے شدہ لکھے لکھائے قانون کو بیک جنبش قلم نافذ کردے۔ اب کہنے کو تو یہ بات بہت سہل اور آسان ہے لیکن اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بہت سے عوامل اور ان کے گوناگوں پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک پہلو جسے کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جاسکتا یہ ہے کہ اسی استدلال اور منطق کی رو سے دوسرے تمام ممالک کے لئے بھی جن کی آبادی کی اکثریت دوسرے مذاہب کی پیرو ہے بعینہ یہ حق تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کے قانون کو من و عن نافذ کریں اور اسے بلا استثناء ملک کی ساری آبادی پر لاگو ٹھہرا کر اس سے اس کی پابندی کرائیں۔ اس طرح پوری دنیا نہ صرف سیاسی مخاصمتوں، چپقلشوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کی آماجگاہ بنے گی بلکہ سیاسی کے ساتھ ساتھ مذہبی مخاصمتوں کا بھی دروازہ کھل جائے گا اور صورت یہ بنے گی کہ تمام ملکوں کے قوانین کو منسوب تو خدا کی طرف کیا جائے گا لیکن وہ ہوں گے ایک دوسرے سے یکسر مختلف و متضاد۔ ایک ملک کا قانون دوسرے ملک کے قانون کی تردید کر رہا ہوگا۔ اس کے باوجود دونوں ہی قانون منسوب کئے جائیں گے خدا کی طرف۔ اس کے نتیجہ میں ایسا الجھاؤ، پراگندگی اور افراتفری پیدا ہوگی کہ خدا کی ہستی پر لوگوں کا ایمان متزلزل ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ وہ سوچیں گے عجب خدا ہے جو ایک قوم سے کچھ کہتا ہے اور دوسری قوم سے کچھ اور۔ پھر ہر قوم سے الگ الگ کہتا ہے کہ ایک دوسرے سے متضاد قانون اپنے اپنے ملک میں نافذ کرو ورنہ تم میرے حقیقی بندے شمار نہیں ہوگے۔ ایک واضح اور بین مثال کے طور پر آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر بھارت میں وہاں کی مسلمان اقلیت پر ہندو اکثریت کا مذہبی قانون نافذ کردیا جائے تو وہاں کیا حشر برپا ہوگا۔ مسلمان شودر بن کر رہ جائیں گے یعنی انہیں انسانیت کے دائرے سے ہی خارج کردیا جائے گا۔ ویسے میرے نزدیک امرواقعہ کے طور پر شرعی قوانین کے نفاذ پر زور دینے سے متعلق بعض مسلمان ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے رد عمل کے طور پر ہندوستان میں سماج کا ایک بڑا طبقہ رفتہ رفتہ انتہا پسندی اور اس پر مبنی نت نئے مطالبات کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر بھارت میں انتہا پسندی بلا روک ٹوک بڑھتی رہی تو وہاں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں پر کیا بیتے گی؟ پھر سوال بھارت کا ہی نہیں ہے۔ اگر اسرائیل اپنے ہاں یہودیت یعنی طالمود کا قانون نافذ کردیتا ہے تو کیا صورت حال رونما ہوگی؟ میں نے طالمود کا قانون پڑھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسی صورت میں ہر غیر یہودی کے لئے معمول کی زندگی باعزت طور پر گزارنا ناممکن ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس عیسائیت اور بدھ مت دونوں اپنے اکثریتی ملکوں میں اپنے اپنے مذہبی قوانین نافذ کرنے سے متعلق یکساں حقوق رکھنے کے مجاز ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا بھر میں جگہ جگہ ناگفتہ بہ حالات رونما ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

قانون سازی میں شرکت کا بنیادی حق

ایک اور قابل غور مسئلہ کا تعلق نظم مملکت کے بنیادی تصور سے ہے جس کا حل ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اور اسے حل کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کا تعلق سیاست یا بین الاقوامی قانون سے ہے۔ نظم مملکت کے بنیادی تصور کے رو سے ہر شخص جو دنیا کی کسی مملکت میں پیدا ہوا ہے وہ یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اس مملکت کی قانون سازی میں حصہ لے۔

جہاں تک نظام حکومت اور قانون سازی کے سیکولر تصور کا تعلق ہے ہر شخص جو کسی مملکت میں پیدا ہوتا ہے خواہ اس کا کسی بھی مذہب، عقیدے اور رنگ و نسل سے تعلق ہو اسے مسلمہ بنیادی شہری حقوق از خود حاصل ہو جاتے ہیں اور ان حقوق میں سے سب سے اہم حق یہ ہے کہ کم از کم اسے قانون سازی کے عمل میں حصہ لینے کا موقع کسی نہ کسی طور فراہم ہوسکے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سیاسی جماعتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ آج جو جماعتیں اکثریت میں ہوتی ہیں وہ کل اقلیتی پارٹیوں میں بدل جاتی ہیں۔ ان کے مابین اتار چڑھاؤ کی کیفیت رونما ہوتی رہتی ہے لیکن مشترکہ مفادات سے تعلق رکھنے والے معاملات علیٰ حالہ قائم رہتے ہیں۔ ان معاملات میں سے ایک معاملہ یہ ہے کہ ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے اپنی بات کہنے اور مخالفوں تک اپنی آواز پہنچانے کا یکساں طور پر مناسب موقع ملنا چاہئے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر ایک ہی مذہب کا شرعی قانون کسی ملک میں نافذ کر دیا جاتا ہے تو پھر بنیادی حقوق سے متعلق عملاً کیا صورت حال ابھر کر سامنے آئے گی؟ مثال کے طور پر اسلامی قانون کسی ملک پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مسلمانوں کے سوا اس ملک کے دوسرے باشندوں کو اپنے ہی ملک اور وطن میں دوسرے، تیسرے یا چوتھے درجہ کے شہری بننا پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قانون سازی میں کوئی عمل دخل نہ ہوگا۔ پھر غیر مسلموں پر جو بیتے گی سو بیتے گی خود اسلام اور مسلمانوں کے مابین صورت حال اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی آسمانی کتاب تو خدا کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے لیکن علماء کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کتاب کی تشریح و توضیح بیان کرنا اور اس کے اصل مطلب سے آگاہ کرنا ان کا خصوصی استحقاق ہے۔ اس استحقاق کی وجہ سے اسلامی قوانین کے نفاذ میں پیچیدگیوں کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔

قانون ساز ادارہ پر علماء کی بالادستی

شریعت کی تشریح و توضیح سے متعلق اختلاف رائے کی وجہ سے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ایسی صورت میں ہوگا یہ کہ علماء مذہبی علم کلام کی روشنی میں جو رائے قائم کریں گے قانون ساز ادارے کے لئے اس کی متابعت کو لازمی ٹھہرانے پر زور دیا جائے گا۔ علماء کہیں گے (اور ان کا دعویٰ ہی یہ ہے) کہ قرآن کے مفاہیم و مطالب کے سمجھنے میں ہم نے تخصص حاصل کیا ہوا ہے اس لئے قانون ساز ادارے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری تشریح و توضیح کو بلاچون و چرا تسلیم کرے اور اس کے مطابق قانون بنائے۔ اندریں صورت علماء اور قانون ساز ادارے کے باہمی تعلق کی نوعیت اس کے سوا اور کیا ہوگی کہ قانون ساز ادارہ ان کا ایک ماتحت ادارہ بن جائے گا۔ قانون ساز قوم کے منتخب نمائندے ہونے کے باوجود علماء کے تابع فرمان ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ باقاعدہ عام انتخاب کے ذریعہ معرض وجود میں آنے والا قانون ساز ادارہ جب کوئی قانون پاس کرے گا تو علماء آپ کو یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ "تم لوگوں نے جو قانون بنایا ہے وہ اسلام کی مقتضیات کے خلاف ہونے کے باعث سراسر نامعقول ہے، اور اسلام میں ایسی نامعقولیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ مسئلہ یہ اٹھ کھڑا ہوگا کہ بات کس کی مانی جائے؟ ایک طرف ظاہر یہ کیا جائے گا کہ ان علماء کے پس پردہ خدا بول رہا ہے دوسری طرف باشندگان ملک کی اکثریت کی آواز ہوگی۔ یہ اختلاف ایسی دہری مشکل کو جنم دینے کا موجب ہوگا جس کا حل تلاش کرنا بسااوقات ناممکن ہو جائے گا۔

مرور زمانہ کے ساتھ مذاہب کے فرقوں میں بٹ جانے کا عمل

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اس ایک الجھن سے ہی واسطہ نہیں پڑے گا۔ اور بھی بہت سی الجھنیں سامنے آئیں گی۔ ابتداءً ہر مذہب اپنی ذات میں بظاہر ناقابل تقسیم اکائی ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا ہے اس مذہب میں نئی نئی راہیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح تقسیم در تقسیم کا عمل اپنا اثر دکھانا شروع کر دیتا ہے اور وہ مذہب بظاہر ایک ہونے کے باوجود نئی نئی شکلیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہی مذہب جو پہلے محض اکائی کی حیثیت رکھتا تھا کئی اکائیوں میں تقسیم ہوکر نت نئے مذاہب کا روپ دھار لیتا ہے۔ مثال کے طور پر مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں عیسائیت کا صرف ایک ہی روپ مروج تھا۔ بعد میں اکائی کا درجہ رکھنے والی وہی عیسائیت سینکڑوں روپ دھارتی چلی گئی۔ اس طرح اس ایک مذہب سے بےشمار مذاہب نکل آئے اور ان میں سے ہر مذہب کا نام "عیسائیت" ہی قرار پایا۔ اگر عیسائیت کے تمام فرقوں پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ان کا منبع و مخرج (ایک ہونے کے باوجود) بوقلموں رنگ اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف فرقوں کے پیروکار مختلف رنگوں کی عینکیں استعمال کرکے ایک ہی مخرج کو نت نئے رنگوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال اسلام پر بھی صادق آتی ہے۔ صرف سنی اسلام اور شیعہ اسلام کا ہی سوال نہیں ہے اور بات اتنی ہی نہیں ہے کہ سنی اور شیعہ شریعت کی الگ الگ تشریح و توجیہ کے قائل ہیں بلکہ اصل صورت حال بہت گھمبیر ہے۔ اگر شیعہ اسلام کو دیکھیں تو وہ چونتیس فرقوں میں بٹا ہوا ہے اور ان میں سے ہر فرقہ شریعت کی الگ تشریح کرتا ہے یعنی ہر فرقہ کی تشریح تمام دوسرے فرقوں کی تشریحات سے مختلف ہے۔ اسی طرح سنی اسلام میں بھی کم وبیش چونتیس فرقے پائے جاتے ہیں اور یہ سب فرقے بھی شریعت کی ایک دوسرے سے مختلف توجیہ کرتے ہیں۔ مختلف فرقوں کے ایسے دو عالم نہیں ملیں گے جو مسائل کی توجیہات کے بارہ میں باہم متفق ہوں۔ فروعی مسائل کے بارہ میں ہی نہیں بلکہ بنیادی مسائل کے بارہ میں بھی اتفاق ناپید ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس مسٹر جسٹس منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ مسٹر جسٹس منیر ان دو ججوں میں سے ایک تھے جو ۱۹۵۳ء کے "اینٹی احمدیہ فسادات" کے پس منظر، وجوہات اور ان سے نمٹنے کے طریق کار کی تحقیقات کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے یہ فیصلہ بھی کرنا تھا کہ ان فسادات کا کون ذمہ دار تھا اور کون نہیں تھا۔

مسلمان کی کیا تعریف ہے؟

تحقیقات کے دوران جسٹس منیر نے تحقیقاتی عدالت میں پیش ہونے والے ہر مسلمان عالم سے براہ راست یہ سوال کیا کہ کیا وہ سب اسلام کی ایسی متفق علیہ تعریف کرسکتے ہیں جو تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو اور جو ایک ایسے معیار کے طور پر کام آسکے جس کی رو

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

SCL

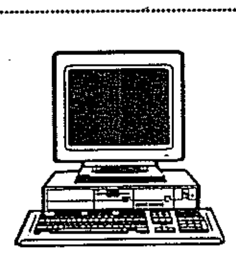

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

خطبہ جمعہ

وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے ایک ایسا حسین معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں کہ وہ دیکھیں اور انہیں محسوس ہو کہ جنت ہے تو یہاں ہے اور اس میں آئے بغیر انہیں تسکین نہ ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء مطابق ۲۵ نبوت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الّذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

گزشتہ جمعے میں میں نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے حوالے سے غیبت کے مضمون پر خطاب کیا تھا لیکن وقت نہ ہونے کی وجہ سے پورا خطاب یا اس خطاب کے سلسلے میں جو مضمون میں نے پیش نظر رکھا تھا وہ مکمل نہیں ہو سکا۔ کچھ احادیث بہت اہم ہیں اس موضوع پر جو میں آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکا تھا۔ تو آج وہیں سے بات شروع کروں گا جہاں گزشتہ خطبے پر بات ختم کی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا بدترین آدمی تم اسے پاؤ گے جو دو مونہہ رکھتا ہے۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جاکر کچھ کہتا ہے (یعنی بڑا منافق اور چغل خور ہے) ۔ یہ جو یعنی بڑا منافق اور چغل خور ہے، یہ ترجمہ کرنے والے نے ترجمہ بیچ میں کیا ہے، اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اور جو تشریح سمجھی اس کے مطابق بیان کیا۔ اگرچہ ظاہراً یہی معنے ہیں لیکن ترجمے میں ویسے عموماً یہ احتیاط کرنی چاہئے تو اسی لئے مجھے شک گزرا تھا کہ یہ اصل الفاظ نہیں ہیں۔ جب میں نے اصل الفاظ پر نگاہ ڈالی تو واقعۃً وہاں یہ موجود نہیں تھے۔ حدیث کے الفاظ صرف اتنے ہیں کہ بدترین آدمی اسے پاؤ گے جو دو مونہہ رکھتا ہو۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جاکر کچھ کہتا ہے۔

جہاں تک یہ نتیجہ نکالنے کا تعلق ہے کہ اس سے چغل خور بھی مراد ہیں تو یہ بعید نہیں ہے کیونکہ چغل خوری کے ساتھ یہ لعنت ضرور لگی رہتی ہے اور اس کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔ ایک انسان ادھر کچھ بات کرتا ہے ادھر کچھ بات کرتا ہے۔ جتنے بھی چغل خوری کے نتیجہ میں فساد پھیلتے ہیں اور قریبی قریبیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور بعض دفعہ وہ فساد لمبے ہو کر رشتوں کے انقطاع پر جا پہنچتے ہیں۔ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، خونی رشتے بھی ایسے ٹوٹتے ہیں کہ پھر ان کا جوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان پر آپ سب نے کبھی نہ کبھی نظر ڈالی ہوگی جو میں اپنی یادداشت سے یہ باتیں مستحضر کر رہا ہوں اپنے ذہن میں ان میں دونوں باتوں کا بہت گہرا تعلق مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک شخص یا خصوصاً چونکہ خواتین میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے خواتین سے معذرت کے ساتھ میں خاتون کی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک خاتون نے کوئی بات کی وہ بات اس خاتون تک پہنچی جس کے متعلق بات ہوئی تھی اور ایسے رنگ میں پہنچی جس میں کچھ زیادہ تلخی پائی گئی، بجائے اس کے کہ بعینہ اسی طرح پہنچتی۔ اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعینہ اسی طرح پہنچا دی جاتی ہے۔ مگر بات ایسی ہے جس کے نتیجہ میں لازماً ان دونوں کے تعلقات نے بگڑنا تھا۔ جب وہ سننے والی یہ بات سنتی ہے تو یہ پہلے عہد کر کے سنتی ہے کہ میں آگے کسی سے بات نہیں کروں گی۔ تو سب سے پہلے اس کے دو مونہہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ بات سنتی ہے اور پھر طیش میں آکر بلا توقف دوسری خاتون پر حملہ آور ہوتی ہے، دھاوا بول دیتی ہے اس پر، اور اس کا سارا عہد کہ میں خاموش رہوں گی اور اپنے تک رکھوں گی وہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے تو اس کے دو مونہہ بن گئے اور جو سنانے والی ہے اس کے پہلے ہی دو مونہہ ہو چکے ہیں کیونکہ جب وہ مجلس میں بیٹھی تھی تو امانت پہ بات ہو رہی تھی اور اگر واضح طور پر نہیں بھی کہا گیا تھا تو ایک عام دستور سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب ایک انسان کسی تیسرے شخص کے متعلق کسی سے بات کرتا ہے جو کچھ ناپسندیدہ پہلو رکھتی ہے تو اس یقین اور اعتماد پر کرتا ہے کہ یہ بات اسے آگے نہیں پہنچائے گا ورنہ اگر پہنچانی ہو تو وہ خود کیوں نہ پہنچا دے تو دو مونہوں سے بات شروع سے ہی چل رہی ہے۔ ایک سننے والی کے دو مونہہ بن گئے اور پھر جب وہ واپس پہنچے گی لڑنے کے لئے تو پھر یہ دو مونہہ پھر آگے دو دو مونہہ بنتے چلے جائیں گے۔ وہ کہے گی جھوٹ بول رہی ہے میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ میں نے تو یہ کہا تھا اور وہاں سے پھر ایک جھوٹ کا تیسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اگر اس نے کہا بھی ہو تو پھر دوسرے معنے پہنانے کی کوشش کرتی ہے بعض دفعہ دوسری کو جھوٹا کر دیتی ہے پھر وہ آتی ہے لڑتی ہوئی، لعنتیں ڈالتی ہوئی کہ تم نے یہی کہا تھا وہ کہتی ہے یہ میں نے نہیں کہا تھا تو ایک مونہہ جب پھٹ کر دو مونہہ بنتا ہے تو پھر پھٹتا چلا جاتا ہے اس کا پھر ایک مونہہ بننا بہت ہی مشکل کام ہے اور ایسے فسادات میں سب سے مشکل پڑتی ہے فیصلہ کرنے کی کیونکہ ہر گواہی پھٹی ہوئی ہے اور اگر وہ کچھ حصہ مان بھی جائے تو کہے گی میرا یہ مطلب تو نہیں تھا میرا تو یہ مطلب تھا۔

جس طرح سیاست دان آج کل کہہ دیتے ہیں ہر بیان پہ ان کے بھی دو مونہہ ہو جاتے ہیں بے چاروں کے۔ تو یہ جو دو مونہوں والی بات ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بہت گہری ہے اور اس سے سوسائٹی کی بہت سی بیماریاں کھل کر ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کا علاج پھر ممکن ہے۔ تو اس کا تو علاج یہی ہے کہ ایسی باتوں سے گریز کیا جائے جن کے متعلق انسانی تجربہ ہے کہ ہمیشہ آگے پہنچتی ہیں اور بدل کر پہنچتی ہیں اور بگڑ کر پہنچتی ہیں تو اول تو اگر کسی بھائی میں یا کسی بہن میں کوئی برائی دیکھی جائے تو خود بتانا چاہئے اس کو۔ یہ ایک مونہہ والی بات ہے اور خود بتائے اور اگر وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اس کے سننے کے نتیجہ میں تو ہو سکتا ہے کہ کہنے کا انداز بے ہودہ ہو مگر بالعموم اگر شریفانہ انداز میں ہمدردی سے بات کی جائے تو بگاڑ پیدا نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو پھر اس کا قصور ہے جس نے بات سنی یا اس کا قصور ہے جس نے بات کہی تو بظاہر نیک نیتی سے ہے لیکن دل میں زخم لگانے کی نیت ہے۔ پس آگے پھر یہ صورتحال ایسی ہے کہ اس کا باریک تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔

بعض جا کر یہ کہتے ہیں کہ تم میں یہ بات ہے تم میں یہ بات ہے ہم نے تو سچ بولنا ہے، سچی بات کہنی ہے۔ اور سچی بات کہنے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سب سلیقے سکھا دئے ہیں کوئی پہلو ہماری زندگی کا ایسا نہیں چھوڑا جس میں معاملے کو خوب واضح نہ فرما دیا ہو اور کھول کر بیان نہ فرما دیا ہو۔ ایسی باتیں جو دوسرے کے لئے تلخی کا موجب ہوں اگر سچی ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہیں وہ سچی باتیں دوسروں تک پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر جھوٹی باتیں ہوں تو وہ تو افتراء ہے۔ چغلی

کا مضمون بھی سچی باتوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس سچ میں جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے یہ الگ مسئلہ ہے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ ہے کہ اگر بات کرنے والے نے سچا عیب بیان کیا ہو اور اسی سچے عیب کو سن کر اس شخص تک بات پہنچا دی جائے جس کے متعلق وہ بات بیان ہوئی تھی تو کہنے والا بھی سچا ہے دوسرا جو وسیلہ بنا وہ بھی سچا ہے لیکن حرکت معیوب اور جھوٹی اور گندی ہے۔ ایسی گندی حرکت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ گویا کسی کی طرف تیر پھینکا، اس کے سینے کا نشانہ باندھا لیکن وہ اس کو لگا نہیں اس کے قدموں میں جا پڑا۔ تو ایک شخص نے سچائی کے نام پر وہ تیر اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا کہ نشانہ تو یہاں کا تھا اس تیر کو یہاں گرنے کا کیا حق تھا۔ تو وہ بھی قاتل ہے بلکہ زیادہ مکروہ قاتل ہے۔ پہلے نے تو شاید کسی غصے کی وجہ سے خواہ وہ جائز تھی یا ناجائز تھی ایک طبعی جوش سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی ہے اس ظالم نے تو بغیر کسی جواز کے یہ کہہ کر ایک معصوم شخص کی جان لی ہے کہ چونکہ اس کے متعلق بات کی ہوئی تھی اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کو پہنچاؤں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ساری باتیں خوب کھول دی ہیں۔ سچ بہت اچھی بات ہے مگر کہاں بیان ہونا چاہئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو باتیں میں تم سے کہتا ہوں اور وہ ایسی باتیں ہیں جن کا سوسائٹی سے تعلق ہے وہ اچھی باتیں ہیں اور سوسائٹی کی امانت ہیں اس لئے تمہارا فرض ہے کہ وہ امانت آگے پہنچاؤ۔ اب یہ امانت کا ایک مفہوم ہے جو باتیں سن کر آگے پہنچانے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک اور مفہوم ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے جو بات مجلس میں سنی ہے بغیر اس شخص کی اجازت کے جس نے وہ بات کہی ہو آگے نہیں پہنچانی۔ یہ ایک دوسرا مضمون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے امانت کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا "المجالس بالامانة" مجالس کے اندر ایک امانت کا مضمون داخل ہے خواہ کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ وہ حدیث جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے فرمایا:

"عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

اذا حدث الرجل حدیثا ثم التفت فھی امانة" (ترمذی کتاب البر والصلة)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی بات بیان کرتا ہے اور پھر اس کی توجہ ہٹ کر کسی اور طرف ہو جاتی ہے اور وہ بات وہیں ختم ہوئی تو اتنی بات جو پہلے کر چکا تھا جس کا اس نے نہ نتیجہ نکالا، نہ یہ بتایا کہ لوگوں کے لئے ہے یا صرف تم تک رہنی چاہئے وہ تمہارے پاس امانت پڑی ہوئی ہے۔ اور جس کی امانت ہے اس سے پوچھے بغیر تم اس کو آگے بیان نہیں کر سکتے۔ تو یہ ایک عمومی اصول ہے۔ اپنے متعلق یہ فرمایا کہ میں جو بات کرتا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے کرتا ہوں، تمہاری خیر کے لئے کرتا ہوں، اس لئے یہ قوم کی امانت بن جاتی ہے اور مجھ سے سنو "فلیبلغ الشاھد الغائب" وہ جو حاضر ہے وہ اس بات کو اٹھائے اور جو غائب ہے اس تک پہنچائے۔ تو لفظ تو دونوں جگہ امانت استعمال ہوا ہے مگر ان میں مفہوم بدل جاتا ہے۔ عام طور پر جو روزمرہ کی مجلسوں میں ہونے والی باتیں ہیں وہ امانت ہی رہتی ہیں اور پوچھے بغیر آگے نہیں چلانی چاہئیں۔

بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے ہمارے گھر میں بھی جب کھانے وغیرہ پر بات ہو رہی ہے تو بعض لوگ وہاں موجود وہ آگے بات کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ وہ باتیں بگڑی ہوئی شکل میں پاکستان سے ٹکرا کر گنبد کی آواز بن کر مجھ تک پہنچتی ہیں۔ میں حیران ہو کے سوچتا ہوں کہ میں نے یہ کب کہا تھا تو پتہ چلا کہ کھانے کی بے تکلف گفتگو میں بعض ایسی باتیں کہیں جو مناسب نہیں تھیں کہ ان کا اظہار پبلک میں ہو کیونکہ بعض ایسے لوگ اس میں ملوث تھے جن کا جماعت سے تعلق نہیں اور ان کی باتیں ان سے پوچھے بغیر مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں عوام الناس میں پہنچا دوں جس سے ہو سکتا ہے کہ وہ سبکی محسوس کریں۔ اس قسم کی چیز تھی، کوئی برائی نہیں تھی، کوئی چغلی نہیں تھی، لیکن امانت تھی اور سننے والوں نے سنا اور آگے پہنچا دیا اور پہنچاتے وقت بگاڑ پیدا کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو باتیں سن کر یہ چسکا رکھتا ہے کہ میں آگے بیان کروں اس میں عموماً دو موہی پائی جاتی ہے اور یہ مزاج کا ایک خاصہ ہے، فطرتاً ایسے شخص میں دو موہی پائی جاتی ہے تو وہ چونکہ چسکے کی خاطر بات بیان کرنا چاہتا ہے اس لئے اس میں مبالغہ آمیزی بھی کرتا ہے۔

ملا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لئے

جو بات مجھ سے سنی ہے وہ شاید اتنی زیادہ چسکے والی نہ ہو تو انہوں نے کہا کیوں نہ تھوڑا سا اور اضافہ کر دوں۔ عجیب و غریب لطیفے بنے وہ کہ میں حیران رہ گیا۔ پاکستان سے اطلاع ملی کہ فلاں فلاں لوگ ربوہ میں یہ باتیں بیان کرتے پھر رہے ہیں کہ آپ کے فلاں کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے، فلاں سے یہ آپس میں عہد و پیمان ہوئے حالانکہ کوئی دور کی بھی سچائی ان باتوں میں نہیں تھی یعنی ان عہد و پیمان میں جن کے ذکر ہو رہے تھے۔ مگر بنیاد سچی تھی کہ بنیادی طور پر ایک واقعہ ہوا تھا جس کو غلط طور پر پہنچایا گیا۔ تو لوگ جو خاموشی سے کرتے ہیں ان کی نیت میں ایک فتنہ اور خرابی ضرور ہوتی ہے ورنہ ایسے موقع پر پوچھ لینا چاہئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت ہے تو پوچھنا چاہئے اور بعض دفعہ اس شخص تک بات پہنچاتے ہیں جس کے متعلق ذکر کیا ہے، ذکر سچا ہے میں اور رنگ میں اس کی اصلاح کی کوشش کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ باقاعدہ نظام جماعت کی معرفت اس سے پوچھوں گا اور ایک خاص ذہن میں طریق ہے اور ضمناً کوئی بات کرتا ہے تو اس کے جواب میں میں وہ بات کر دیتا ہوں تو جہاں بھی یہ بات ہوتی ہے وہ امانت بن جاتی ہے۔

> تقویٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل میں ہے۔ آپؐ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے۔ اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی سے سیکھیں

تو چغلی میں بھی مختلف درجے ہیں۔ بعض ادنیٰ درجے کی چغلیاں ہیں جن میں اتنی گھناؤنی نیت شامل نہیں ہوتی جتنی عموماً چغلی کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ بے احتیاطیاں ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے اعلیٰ مقام سے جب دیکھتے ہیں تو انہیں خیانت فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں جن مسلمانوں کا مجھ سے واسطہ ہے، جو میرے تربیت یافتہ ہیں، ان سے میں جس اعلیٰ مقام کی توقع رکھتا ہوں ان میں سے یہ باتیں بھی خیانت بن جاتی ہیں۔ کتنا بلند معیار ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنی امت سے دیکھنا چاہتے ہیں تو یہاں تک فرمایا کہ التفات کرے دوسری طرف۔ یہ عجیب بات ہے مگر بہت ہی گہری بات ہے کہ بعض دفعہ ایک انسان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس بات کو آگے مکمل کرے گا اور پھر یہ بھی بات کرے گا کہ یہ باتیں آگے کرنی ہیں یا نہیں کرنی۔ اتنے میں کوئی اور آ گیا تو بات ختم ہو گئی تو ایسا شخص یاد رکھے کہ وہ آدھی بات اس کے پاس امانت رہتی ہے جب تک امانتدار امانت والے سے اجازت نہ لے لے اس وقت تک وہ آگے کسی سے بات کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں بہت سی نصائح فرما دی گئی ہیں اور یہ مسلم باب تحریم الظن و بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو، اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو، جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا۔ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے"۔ (یعنی مقام تقویٰ دل ہے) اب یہ بھی مترجم نے کہہ دیا ہے یعنی مقام تقویٰ دل ہے حالانکہ میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ تقویٰ کی اصل کسوٹی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT
AND VEGETABLES
ZAHID KHAN
(081) 715 0207
IMMEDIATE DELIVERY
ANYWHERE IN LONDON
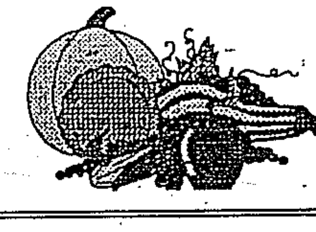

Earlsfield
Properties
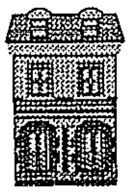
RENTING
AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN
ALL AREAS FOR
WAITING TENANTS

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

اور جو بھی آپ کے دل پر گزرتی ہے یا آپ کے اعمال میں بات جاری ہوتی ہے وہی تقویٰ کا معیار ہے اس کے سوا کوئی معیار قابل قبول نہیں ہے اگر وہ اس سے متصادم ہو۔ تو تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے ایک اپنی چھاتی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کہنا پیش نظر نہیں تھا کہ دل میں ہوتا ہے۔ کس کس کے دل میں ہوتا ہے کس کس میں نہیں ہوتا۔ اربہا دل ہیں جن میں تقویٰ نے جھانک کر بھی نہیں دیکھا ہوا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ تقویٰ یہاں ہے سے مراد تقویٰ دل میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ میرے دل میں ہے اگر دل کا حوالہ ہے تو یہ مراد ہے کہ تقویٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل میں ہے۔ آپ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے۔ اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی سے سیکھو اور کوئی راہ نہیں ہے تقویٰ کی حقیقت کو سمجھنے کی۔ پس اس پہلو سے آپ نے یہ ساری باتیں جو بیان فرمائی ہیں وہ تقویٰ کا ملخص بیان فرمایا ہے۔

اب غور کر کے دیکھیں کن کن جگہوں پر ہم ٹھوکر کھاتے ہیں ان ان جگہوں پر بچنے کے سائن بورڈ لگا دئے اور تقویٰ کا ایک معنی بچنا بھی ہے تو مراد یہ ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ٹھوکریں ہیں کہاں خطرناک موڑ ہیں کہاں گڑھے ہیں کہاں اور قسم کے خطرات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس زندگی کے سفر میں میرے بیان کردہ سائن بورڈز یا جو نشان لگا دئے گئے ہیں ان کو غور سے دیکھنا اور ان کے خلاف عمل نہ کرنا ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے۔

پھر فرمایا ایک انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی آبرو، اس کا مال۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہارے اموال کو بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو، دوسرے کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو، اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

تو اس میں وہ تمام خطرات بیان فرما دئے گئے جو عموماً معاشرے کا امن بگاڑنے پر منتج ہوتے ہیں، کا محرک بنتے ہیں، کی وجہ بن جاتے ہیں۔ اور اتنا کھول کھول کر بیان فرما دیا گیا ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں یعنی احمدی معاشرے میں اس حدیث کی روشنی میں اپنے اعمال کی نگرانی شروع کریں تو سب سے پہلے یہ صدمہ پہنچے گا دیکھ کر کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور بہت کچھ کرنا ہے۔ کیونکہ ان میں بہت سے ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر اچھے نیک لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک اور کسی نہ کسی مرتبے تک پائی جاتی ہیں اور جب وہ جڑ موجود رہتی ہے تو جب وقت آتا ہے، جب موسم بدلتا ہے تو اس جڑ سے پھر وہ فساد کا اور خبیث پودا نکلنا شروع ہو جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ ساری جڑیں بیان فرما دی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ ہر وقت ہر ایک کو دکھائی دیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز ایسی ہے جس میں یہ مادہ موجود ہے کہ وہ سر اٹھائے اور نہایت ہی خبیث درخت بن جائے جس کے پھل سے جنتیں جہنموں میں تبدیل ہو سکتی ہیں وہ شجرہ ممنوعہ ہے ہر ایک ان میں سے جس کے بعد جنتوں کے امن اٹھ جایا کرتے ہیں تو ہم نے تو دنیا کے حالات تبدیل کرنے ہیں اور جنت اپنے معاشرے میں پیدا کئے بغیر ہم کیسے کسی کو بلا سکتے ہیں۔ اس لئے بحثوں کے بھی کچھ وقت ہوتے ہیں۔ اختلافات کو دلیلوں سے حل کرنے کے بھی موسم ہوا کرتے ہیں لیکن آج کل کا جو دور ہے اس میں سب سے زیادہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے ایک ایسا حسین معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں کہ وہ دیکھیں اور انہیں محسوس ہو کہ جنت ہے تو یہاں ہے اور اس میں آئے بغیر انہیں تسکین نہ ہو، انہیں امن میسر نہ آئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو محض کوئی فرضی اوپر کے دائرے میں دوڑنے والی باتیں نہیں ہیں یہ روزمرہ کی زندگی میں ہر گھر میں ہونے والی باتیں ہیں جن کے متعلق میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ایسی باتیں ہیں جن کا نہ بڑے شہروں سے تعلق ہے، نہ تعلیم یافتہ سوسائٹیوں سے تعلق ہے۔ ہر انسان کی ہر زندگی سے خواہ وہ گلیوں میں پلنے والا بچہ ہو، خواہ وہ محلوں میں پالا پوسا جانے والا لال ہو، ہر ایک سے برابر کا تعلق ہے۔ ہر غریب سے غریب سے بھی تعلق ہے، امیر سے امیر گھر سے بھی تعلق ہے۔ پس غور سے سن لیں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہمیں باز رہنا ہوگا باز آنا پڑے گا ورنہ نہ ہم جنت حاصل کر سکتے ہیں نہ دنیا کو جنت دینے کے دعویدار بن سکتے ہیں۔

فرمایا، بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے اور بدظنی ایک ایسی چیز ہے جو بسا اوقات ہمارے معاشرے میں اتنی پائی جاتی ہے کہ بدظنی کے بعد پھر اور کہانیاں بنتی چلی جاتی ہیں اور انسان کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کیا، یوں کیا ہوگا اور بعض دفعہ آدمی حیران رہ جاتا ہے ایک اس سلسلہ میں تحقیق میں نے کی۔ ایک شخص نے ایک ایسی بات کسی کے متعلق بیان کی جو میرے علم میں تھی کہ بالکل جھوٹ ہے اور جب میں نے جواب طلبی کی تو عجیب و غریب خط آیا کہ اس نے جو فلاں بات کی تھی اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یوں کی ہوگی۔ اس کا اثر فلاں شخص پہ جو میں نے کہا تھا پڑا ہے وہ اس لئے لکھا تھا کہ اس شخص کا میں نے اندازہ لگایا کہ جب یہ بات ایسی کی ہے اور اس وجہ سے کی ہوگی تو جب یہ دوسرے کو پہنچی ہوگی تو اس کا یہی رد عمل ہوا ہوگا۔ اس لئے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اب دیکھیں یہ سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدترین جھوٹ ہے۔ بناء ہی استدلال کی جھوٹ پر ہے۔ اول تمہیں کس طرح پتہ لگا کہ اس نے کس نیت سے بات کی تھی۔ پھر یہ کیسے پتہ چلا کہ دوسرا آدمی جس کے متعلق بات تھی اگر اس سے پہنچی بھی ہو تو وہ بھی اسی ٹیڑھی سوچ کے ساتھ سوچے گا جس سے تم نے سوچا اور وہی نتیجہ نکالے گا جو تم نے نکالا ہے۔ اور پھر نہ یہ تحقیق کی کہ اسے پہنچی بھی ہے کہ نہیں اور پھر ایک اور تیسری منزل بنالی کہ فلاں شخص کے متعلق میں نے سوچا کہ یہ اثر اس پر پڑا ہوا ہوگا اور خلاصہ یہ نکالا کہ یہ واقعہ ہو گیا۔ ایسا بے ہودہ طریق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کھلی نصائح کو ترک کرنے اور ان کو اہمیت نہ دینے کے نتیجے میں ہماری سوسائٹی میں رفتہ رفتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ظن ہے یہ میں بتا رہا ہوں ایسے لوگوں کا جن کے متعلق توقع ہے کہ وہ عالم دین بھی ہیں اور معاشرے میں ایک بڑا مرتبہ اور مقام رکھتے ہیں وہ بھی اس قسم کی بے ہودہ باتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

> **اگر آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق سے آراستہ ہو کر گلیوں میں نکلیں گے پھر دنیا نے آپ کا عاشق ہونا ہی ہونا ہے۔ کون ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکے**

پھر فرمایا ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اب بہت سے جھگڑے ہمارے پاکستان سے آئے ہوئے بسنے والوں میں خصوصاً جرمنی میں جو پائے جاتے ہیں اس میں ایک بڑی وجہ دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں لگے رہنا ہے۔ ایسی بے ہودہ عادت ہے اور اس کا اصل میں اگر مزید تجزیہ کریں تو اس کی وجہ یہ بنتی ہے کہ ایک انسان جب دوسرے کو اپنے سے اچھا دیکھے اور خود اچھا بننے کی صلاحیت یا طاقت نہیں ہے کہ نیکی میں اس سے آگے بڑھ سکے تو اس کی ٹانگ کھینچ کے اپنے سے نیچا کرنے کی جو خواہش ہے وہ ہے جو ٹوہ لینے پر منتج ہوتی ہے کہ اچھا وہ ہمیں پتہ ہے جیسا بنا پھرتا ہے جیسے معاشرے میں عزت ہے چلو ہماری تو نہیں مگر ہم اس کی ایسی بات نکالیں گے کہ سارے معاشرے میں کہہ سکیں گے کہ یہ ہے وہ شخص، اصل حقیقت یہ ہے۔ اور جو بدنیتی سے ٹوہ لگاتا ہے اس کی ٹوہ میں اور اس کے نتیجوں میں ظن لازماً شامل ہوتا ہے اور بدظن شامل ہوتا ہے جو ظن کی مکروہ شکل ہے اور پھر تجسس کر کے اس کے عیب اگر نکالتا بھی ہے تو اس کو خدا اور رسول نے حق ہی نہیں دیا ہے اس عیب کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ بغیر تجسس کے بھی آپ کے علم میں جو بات آتی ہے اسلامی معاشرے میں آپ کو کوئی حق خدا نے نہیں دیا کہ آپ اس بات کو اچھال کر عوام الناس میں پھیلائیں۔ جو اولوالامر ہیں جن کے سپرد نظام کیا گیا ہے ان تک باتیں پہنچانا فرض ہے لیکن اتنی ہی باتیں جو سچی ہوں لیکن عوام الناس میں

اکمل کی مٹھائیوں کی تو بات ہی کچھ اور ہے
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (069) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

MOST COMPETITIVE PRICES IN WORLD WIDE FREIGHT FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE, HOUNSLOW, MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

MOST AUTHENTIC INDIAN FOOD
GRANADA
TAKE AWAY
202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

ان باتوں کی تشہیر تو شروع ہی سے منع ہے بلکہ بعض صورتوں میں بڑی سخت سزا دی گئی ہے۔ ایک صورت میں تو اسی کوڑے کی سزا ہے ایسے شخص کے لئے قطع نظر اس کے کہ یہ واقع ہوا ہو گا کہ نہیں ہو گا۔ قرآن نے جو شرط لگائی ہے ان شرائط پر چونکہ وہ بیان کرنے والا پورا نہیں اترتا اور اس نے ناحق تشہیر کی ہے ایک بات کی اس لئے اسے اسی کوڑے تک کی سزا مقرر فرما دی گئی ہے۔ چھوٹی موٹی باتوں میں جہاں سزا نہیں ہے وہاں تو لوگ بے دھڑک ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ٹوہیں لگاتے، اندازے لگاتے، پھر چسکے لینے کے لئے سوسائٹی میں وہ باتیں پھیلاتے اور اس کے نتیجے میں سارے معاشرے میں وہ زہر گھول دیتے ہیں۔

فرمایا اچھی چیز ہتھیانے کی بھی حرص نہ کرو اور دیکھیں ان دونوں باتوں کو اکٹھا جوڑ دیا ہے۔ تجسس اور اچھی چیز کو، اور یہی وہ نفسیاتی نکتہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا تھا کہ کسی کی اچھی چیز ہے جو اس کے پاس ہے تمنا یہ ہے کہ وہ مجھے ملے خواہ عزت ہو یا کوئی اور دنیا کا مقام ہو یا کوئی مال و دولت وغیرہ قسم کی چیز ہو۔ کسی بھائی کو اچھا دیکھا جائے اور یہ تمنا ہو مجھے مل جائے میں اس سے لے لوں میری ہو جائے یہ ہے جو پھر کئی طرح سے اس سے انتقام لینے پر انسان کو آمادہ کرتی ہے اور ایک انتقام کا طریق یہ ہے کہ اس کی برائیاں ڈھونڈو اور اسے معاشرے میں پھیلاؤ۔

فرمایا حسد نہ کرو۔ اچھی چیز دیکھ کر تمہارے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ ہر بات جو فطرت کے اندر موجود ہے اس کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرما دی ہیں۔ ایک صورت اس حدیث میں پیش ہو رہی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کو اپنے سے اچھا دیکھتا ہے۔ اگر اچھا دیکھتا ہے تو اس کے نتیجے میں اگر کوئی تکلیف ہو رہی ہے کسی قسم کی تو پھر جو کچھ بھی جذبات پیدا ہوئے ہیں وہ حسد ہیں۔ اگر خوشی ہو رہی ہے تو اسے رشک کہتے ہیں وہ حسد نہیں ہے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے رشک سے منع نہیں فرمایا ہے اور حسد کی پہچان یہ ہے اور ایسی پہچان ہے جو کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل میں ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے کہ غم پہنچا ہے۔ اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہو تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے، یہ خطرہ موجود ہے اور اگر خوشی ہے تو پھر آپ شوق سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس خوشی سے فائدہ اٹھائیں اور وہ فائدہ یہ بیان فرمایا ہے "فاستبقوا الخیرات" اور یہ رشک کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا لگتا ہے تو اس خوبی میں اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرو یہ منع نہیں ہے یہ رشک کی پیداوار ہے۔ حسد کی پیداوار یہ ہے کہ اس کی خوبی کو برائی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرو۔ خواہ سچ ہو یا جھوٹ ہو اور مقصد دونوں صورتوں میں اوپر آنا ہے۔ اب موازنہ کر کے دیکھیں دونوں صورتوں میں آخری نتیجے کی نیت ایک ہی ہے کہ میں اوپر ہو جاؤں اس سے۔

فرمایا ایک طریقہ ایسا ہے جس سے تمہاری فطرت کی پیاس بجھے گی اور اچھے طریق پر بجھے گی اور وہ ہے اونچے بے شک ہو، اونچے ہونے سے منع نہیں فرمایا گیا کہیں بھی انسانی فطرت کے طبعی جذبات کو غلط قرار نہیں دیا کیونکہ یہ خدا کی پیداوار ہے، خدا نے پیدا کیا ہے ان چیزوں کو، ان کے برمحل استعمال کا نام اعلیٰ خلق ہے۔ ان کے برمحل استعمال کا نام نیکی ہے، تو تمنا تو ہے کہ میں اونچا ہوں بھائی سے لیکن اسی کی نیکی میں اس کو شکست دے کر اعلیٰ درجے کی نیکی حاصل کر کے بے شک آگے بڑھ جاؤ لیکن اس کی اچھائی کو برائی میں تبدیل کر کے یا ایسی برائی اس میں ڈھونڈ کر جو اس میں ہے ہی نہیں اور وہ بیان کر کے یا برائی ڈھونڈ کر جو اس میں ہے پھر اس کی تشہیر کر کے جو کام تم کرو گے وہ حسد کے نتیجے میں ہے اور قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا۔

پھر فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حسد پہلے بھی کھول کر بیان کر چکا ہوں۔ حسد بنیادی طور پر کسی دشمنی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور یہ مزید پہچان ہے کہ ہمارے تعلقات کیسے ہیں۔ اگر کسی کی خوبی اس کو خدا کی کوئی عطا کسی انسان کو تکلیف دیتی ہے تو اس کے نتیجہ میں حسد تو پیدا ہو گا مگر حسد پہچان ہے دشمنی کی، ایسا شخص اس کا بھائی نہیں ہے بھائی کہلاتا بھی ہے تو بھائی والی محبت دل میں موجود نہیں بلکہ بنیادی طور پر اس سے کچھ عداوت ہے۔ تو فوراً فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بڑھ کر انسانی نفسیات کا ماہر نہ کبھی پیدا ہوا نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب آپؐ کی چھوٹی چھوٹی پاک نصیحتوں پر غور کرتا ہے کہ کیسے گہرے گہرے نفسیات کے نکات ان میں موجود ہیں۔

"بے رخی نہ برتو"، دشمنی تو اس سے ہے لیکن اس کے اظہار مختلف ہیں اور کچھ نہیں تو ایک اظہار یہ بھی فرمایا کہ انسان اس سے بے رخی برتنے لگ جاتا ہے اور بے رخی کمزور سے بھی برتی جاتی ہے اور اپنے سے بڑے سے بھی برتی جاتی ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے آنحضورؐ سمجھا رہے ہیں اور اسے یوں سمجھنا چاہئے۔ اس سارے تعلق میں آپ کے کسی اچھے سے تعلقات کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس کے نتیجے میں جو آپ کے دل میں رد عمل پیدا ہو رہے ہیں ان کے تذکرے ہیں اس پر بے رخی انسان کیسے برتتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بسا اوقات اچھا دیکھ کر دل ایسا کڑھتا ہے کہ اس سے انسان تعلق ہی توڑ لیتا ہے اور یہ بھی ایک تکبر کا اظہار ہے کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں اس کی۔ ہم اس کی طرف پیٹھ پھیر کے ادھر چلے جاتے ہیں اور خصوصاً پنجاب کے شریکوں میں جو روایتی طور پر ہمارے زمیندارہ خاندانوں اور آپس کے تعلقات میں پایا جاتا ہے یہ بہت ہی نمایاں چیز ہے۔ ایک اپنی بڑائی اور انا کا ایک یہ طریق ہے۔ ہو گا وہ لکھ پتی، اپنے گھر ہو گا، ہمیں اس کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں، ہم اس کی دعوت پہ بھی نہیں جاتے، اس کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دشمنی کے ایک طریق کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں بے رخی نہ برتو۔

> جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے کہ غم پہنچا ہے۔ اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہے تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے

"جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا" اور ہوتا کیا ہے بھائی بھائی پہ ظلم کر رہا ہے آج کل۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باتیں چھوٹی چھوٹی سی ہیں بظاہر ہر ایک کو سمجھ آ رہی ہیں کیوں نہ ہم ایسا کریں اچھی باتیں ہیں مگر کرتا کون ہے۔ بہت کم ہیں جو ان باتوں کی اہمیت کو سمجھتے ہیں کم سے کم جب اپنی زندگی پر ان باتوں کا اطلاق ہوتا ہے تو ساری اچھی باتیں اس وقت دکھائی دینا بند ہو جاتی ہیں اور صرف بری باتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا "وہ اس پر ظلم نہیں کرتا" حالانکہ بہت سے ایسے جھگڑے میرے پاس پہنچتے ہیں احمدیوں میں بھی کہ بھائی نے بھائی پہ ظلم کیا ہوا ہے۔ جائدادوں پہ قابض ہو گیا تو پھر چھوڑنے کا نام نہیں لیتا۔ کسی اور رنگ میں فوقیت ہے تو اپنے بھائی کو اس میں کسی طرح شامل نہیں کرتا، اس کی تذلیل کرتا ہے، حقارت سے دیکھتا ہے، اور اس کے نتیجے میں پھر بہت سے تعلقات بگڑتے ہیں، خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جماعت میں ہمیں جو یکسوئی جو اتفاق چاہئے، جس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے اس اتفاق سے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ جو جھگڑے ہیں یہ کسی ایک ملک سے وابستہ نہیں ہیں ہندوستان میں بھی ہیں، بنگلہ دیش میں بھی ہیں، دوسرے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں اور جہاں جہاں یہ پائے جاتے ہیں افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں وہاں جماعت کی ترقی رک جاتی ہے۔ تو ایک چھوٹی سے بات کا اتنا بڑا گندا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ساری جماعت کا نقصان ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ساری دنیا کا نقصان ہوتا ہے کیونکہ جن کو تبلیغ پہنچنی چاہئے تھی آپس کے اختلافات کی وجہ سے وہ آگے نہیں پہنچ رہی۔

میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا ہمارے بعض اضلاع پاکستان میں ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آغاز میں بہت احمدیت نے ترقی کی ہے اور ایسی صلاحیتیں موجود تھیں کہ اگر اسی رخ پر چلتے رہتے تو آج پاکستان کے مسائل بالکل مختلف ہوتے اور جماعت کو جو خدا تعالیٰ نے اصلاح کی صلاحیت بخشی ہے اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی کایا پلٹ سکتی تھی لیکن اب دیکھیں مسائل کتنے بدل گئے ہیں۔ کیونکہ جماعت کو انہوں نے تحقیر سے دیکھ کر ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہر دوسری بدی کو کھلی بانہوں سے سینے سے لگاتے ہیں۔ اس صورت میں کتنا بڑا نقصان قوم کو پہنچا ہے اور اگر آپ تجزیہ کر کے دیکھیں جیسا کہ میں نے کیا اور گاؤں گاؤں پہنچ کر میں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

جگہ یہ بات نظر آئی کہ جن دیہات میں، جن اضلاع میں آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، شریکوں کے پرانے تصور جاگ اٹھے ہیں، ایک دوسرے سے رقابتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، چودھراہٹوں نے غلط رخ اختیار کر لئے ہیں وہاں جماعت کی ترقی بند اور تنزل شروع۔ اگلی نسلیں نہیں سنبھالی گئیں، اپنے بچے اپنے ہاتھوں سے دیکھتے دیکھتے نکلے اور غیروں کی گود میں جا بیٹھے، یہ کچھ نہیں کر سکے۔ کیونکہ ان کی ساری مجالس کا جو زور تھا وہ ایک دوسرے کی برائی میں، ایک دوسرے کی دشمنی میں، اور اس کے نتیجے میں پھر گندے اخلاق کی نسلیں پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں کہاں یہ طاقت ہے کہ معاشرے میں انقلاب برپا کر سکیں جہاں اصلاح ہوئی وہاں اللہ کے فضل سے حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔

ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی بعض جگہ ابھی بھی ہے۔ ایک جماعت چونکہ اب اصلاح پذیر ہو چکی ہے اس کا میں نام لے دیتا ہوں۔ کلکتے کی جماعت تھی سال ہا سال ان کے اوپر میں نے زور مارا کہ خدا کے لئے اپنے اختلافات ختم کرو، چھوٹے چھوٹے اختلافات، کمینے اختلافات لیکن خاندان خاندانوں میں بٹے ہوئے، بھائی بہنوں سے جدا ہوئے ہوئے اور اس قدر وہ جماعت اپنے اثر کے لحاظ سے، اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے سکڑ گئی تھی، جیسے کینسر کا مریض ہو جائے اور وہ چیز سکڑنے لگتی ہے بعض دفعہ۔ گردوں کا کینسر ہو جائے وہ سکڑنے لگتے ہیں، پتوں کا کینسر ہو وہ بھی سکڑنے لگتے ہیں۔ تو اپنے آپ پر اپنی بدی کے گرد لپٹ کر وہ چھوٹے ہونے لگ جاتے ہیں۔ پس اس طرح کی صورتحال وہاں موجود تھی مگر اتنی بڑھی ہوئی نہیں جیسے میں نے مثال دی ہے مگر بے برکتی تھی، کوئی ترقی نہیں، کسی قسم کا فیض ان سے غیروں کو جاری نہیں ہو رہا تھا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لمبے عرصے تک محنت کی توفیق ملی، جھگڑوں کا پھر خود فیصلہ کرنا پڑا آخر بلا کر اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو سعادت بخشی کہ باوجود اس کے کہ پہلے کسی طرح بھی بعض فیصلے ماننے پر تیار نہیں ہوتے تھے جب ان کو یہ کہا گیا کہ آج کے بعد اس فیصلے کو مانو یا مجھ سے تعلق کاٹ لو تو اللہ کے فضل سے بعض ایسے معاملات میں بھی جہاں معلوم ہوتا تھا کہ اصلاح کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہی اس مقام پر پہنچ کر انہوں نے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو جو بھی فیصلہ ہے ہم آپ سے تعلق نہیں توڑیں گے اس فیصلے کو قبول کریں گے۔ اب اللہ نے ایسی برکت دی ہے کہ سارے ہندوستان میں تبلیغی کامیابی کے لحاظ سے کلکتہ اور اس کے ماحول جیسا اور کوئی مقام نہیں۔ حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہا ہے دشمن کوششیں کر رہا ہے لیکن کچھ ان کی پیش نہیں جاتی اور وہ آسام تک نیپال تک اثر ڈال رہے ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ ان کی راہ کوئی روک نہیں سکتا۔ اور ابھی وہ سارے بیدار نہیں ہوئے میں جانتا ہوں ابھی ایک حصہ ہے مگر اتفاق کی برکت ضرور ہے جس سے سارے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کچھ اور بھی رخنے ہونگے اللہ بہتر جانتا ہے مگر خدا کے فضل سے اگر ہیں تو اتنے سمٹ گئے ہیں اور سکڑ گئے ہیں کہ ان کا جماعت پر کوئی بد اثر نہیں ہے۔ اگر وہ بھی دلوں سے نکال پھینکیں اور جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیں بھائی بھائی بنانا چاہتے ہیں وہ پھر ایک دفعہ اور قوت کے ساتھ بھائی بھائی بنیں تو مجھے یقین ہے کہ سارے علاقے میں یہ عظیم روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے مولویوں کی دور دور سے توجہ ہے، وہ آتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، سارا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح نئے ہونے والے احمدی اپنے موقف سے پھر جائیں اور احمدیت کو ترک کر دیں یہاں تک کہ بڑی شدید جسمانی اذیتیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ موت کے کنارے تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا استقلال بخشا، ایسا صبر عطا کیا ہے اور ایسی محبت جماعت سے پیدا ہو گئی ہے کہ وہ نہ ڈرانے سے باز آتے ہیں، نہ لالچ سے جماعت سے منہ پھیرتے ہیں۔ اور بنیادی طور پر وہی چیز ہے اور کوئی انقلاب نہیں برپا ہوا صرف یہ کہ آپس میں جو اختلافات تھے وہ خدا کے نام پر اور خلافت سے تعلق کے نتیجے میں اختلافات پر اپنے دماغ کی راہ سے قائم رہتے ہوئے ان کو ترک کر دیا۔ یہ قربانی ہے یعنی یہ ضد نہیں توڑی کہ ہم سچے ہیں اور وہ جھوٹا ہے لیکن یہ بات مان گئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام میں نے ان کو دیا کہ "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" میں یہ بحث نہیں کرتا کہ تم سچے ہو کہ وہ جھوٹے۔ تم اگر جھوٹے ہو، وہ جھوٹا ہے، تم سچے ہو تو مسیح موعودؑ نے تو سچوں کو فرمایا ہے جھوٹوں سے تو مخاطب ہی نہیں ہوئے۔

سچوں کو فرمایا ہے "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" اس سے بڑا اصلاح کا اور کوئی نسخہ ممکن نہیں۔ یہ اس امام کی فراست ہے جس نے خدا سے نور پایا ہے۔ کیسا عظیم حل ہے ورنہ اگر آپ بحثیں کرتے رہیں کہ ثابت کر دیں کہ فلاں جھوٹا اور فلاں سچا تو بعض ایسے جھگڑالو لوگ ہیں اور بعض نزاع ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ نہ سننے والے مانیں گے نہ آپ حقیقت میں آخری یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں سچا اور فلاں جھوٹا۔ حالات کے مطابق ایک سرسری اندازہ سا ہے اور بعض پیچیدہ حالات میں اندازے سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ تو بعض لوگ شکوے کرتے ہیں کہ نہیں غلط فیصلہ ہو گیا، شریعت کے خلاف ہو گیا۔ ہم سچے ہیں فلاں جھوٹا ہے ان کے اوپر میں نے ہمیشہ یہ ترکیب استعمال کی ہے کہ اس بحث کو چھوڑ دو کہ آخر انسان کا فیصلہ ہے غلطی ہو سکتی ہے مگر تمہیں فیصلہ ماننا ہو گا۔ میں پھر جب یہ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تم سے مخاطب ہیں کیونکہ تم اعلان کر رہے ہو کہ تم سچے ہو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو حضرت مسیح موعودؑ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ اے سچو! سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ یہ وہ نسخہ ہے جو ضرور کارگر ثابت ہوتا ہے اگر ایسے شخص کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی محبت کی رمق باقی رہ گئی ہو۔

> **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض اور پاک باتوں کی برکت سے اپنے دلوں کو پاک کریں، اپنی نیتوں کو صاف کریں**

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "دیکھو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی بن کر رہو بھائی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا" مگر افسوس کہ ابھی تک ہمارے معاشرے میں بھائی کے بھائی پر ظلم کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں "اسے رسوا نہیں کرتا" جبکہ آج بھی بعض بھائی دوسرے بھائیوں کی رسوائی کے درپے ہوتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ وہ رسوا ہو جائے۔ "اسے حقیر نہیں جانتا" اب "حقیر نہیں جانتا" جو ہے یہ بہت ہی اہم ہے۔ اگر ایک انسان اپنی حقیقت کو پہچان جائے تو وہ دوسرے کو حقیر جان ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں فرمایا کہ حقیر نہیں کہتا۔ حقیر نہیں کہنا اور بات ہے، حقیر جاننا اور بات ہے۔ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل پہ جب وہ غور کر کے دیکھتا ہے تو پھر وہ دوسرے کو حقیر جانتا ہی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

تم ہر ایک سے اپنے خیال میں بدتر بنو یہ نہیں کہ دوسروں کے خیال میں بدتر بنو۔ پھر دیکھو کہ شاید یہی نسخہ کام آجائے اور اللہ کے وصال کے گھر میں تمہارا اسی وجہ سے داخلہ ہو جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں "وہ اسے حقیر نہیں جانتا" کیونکہ جب وہ اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو پھر اس کے نفس کی آواز یہ ہے کہ تم حقیر ہو۔ اور اگر تمہاری عزت ہے تو محض خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے ہے۔ اگر تمہیں کوئی مرتبہ اور مقام حاصل ہے تو محض اللہ کے احسان اور فضل کے نتیجہ میں ہے۔ جب ایک انسان اس حقیقت کو پا جاتا ہے تو اپنے بھائی کو اپنے سے کم درجہ دیکھتا ہے تو شرمندگی محسوس کرتا ہے حقیر نہیں سمجھتا اس کو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس کے نتیجے میں لازماً شرمندگی ہوتی ہے شرمندگی اس بات کی کہ دیکھو یہ مجھ سے زیادہ محنت کرنے والا، مجھ سے زیادہ اخلاص رکھنے والا، مجھ سے زیادہ بعض باتوں میں، قربانیوں میں آگے بڑھا ہے لیکن میں اس سے بہتر حال میں ہوں تو ایسی صورت میں سوائے شرمندگی اور استغفار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن حقیر جاننے کا کوئی تصور بھی اس میں پیدا نہیں ہوتا۔ تو جس گہرائی تک ڈوب کر یعنی نفسیات کی جس گہرائی میں ڈوب کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہماری تربیت پہ کوشش فرما رہے ہیں اس کا کچھ پاس کرو۔ غور کرو کون

KHAYYAMS
SUPPLIERS OF
FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS
VEGETABLES
SAMOSAS
CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD,
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
MOBILE: 0860 418 252
KHAYYAMS
PARTIES
CATERED FOR

M.A. AMINI
TEXTILES
SPECIALISTS IN:
FABRIC PRINTING
PRINTED CRIMPLENE
90" PRINTED COTTON
QUILT COVERS
PRAYER MATS, BEDDINGS
BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL
108 HARRIS STREET
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832
MOBILE: 0836 799 469
81/ 83 ROUNDHAY ROAD
LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888
FAX NO. 0274 720 214

ہے جو ہمارے لئے اتنی محنت کر رہا ہے۔ وہ پاک وجود جو چودہ سو سال پہلے پیدا ہوا جس کی خاطر کائنات پیدا کی گئی وہ ہم جیسے ذلیل لوگوں کے لئے اتنی محنت کرتا ہے، راتوں کو جاگتا تھا، دعائیں کرتا تھا، ایک ایک بیماری کو کھول کھول کر بیان کرتا تھا، ہر بیماری کی شفا کے طریق بتاتا تھا اور ان باتوں کو سن کر بعض صرف خیالی طور پر مزے لے کر کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا " آمنا و صدقنا" ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ محض نصیحت کی طاقت نہیں ہے۔ نصیحت کرنے والے کی اپنے سے محبت اور اپنے لئے قربانیوں کو دیکھو تو تم میں جرات ہی نہیں ہو سکتی کہ ان نصیحتوں کو نظر انداز کر دو۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے باتیں ہوں گی سچی یا نہیں ہم تو آپ کے منہ کو یہ بات کر رہے ہیں آپ کی خاطر یہ بات مان رہے ہیں اور ایسا کئی دفعہ ہوا ہے مجھ سے بھی ہو چکا ہے حالانکہ میری کوئی حیثیت نہیں۔ ایک قتل کے معاملے میں بڑا اختلاف تھا ایک خاندان میں۔ میں جب وہاں گیا تو انہوں نے کہا یہ تو کسی طرح مانتے نہیں جن کا قتل ہوا تھا ان کی والدہ بزرگ موجود تھیں اس سے میں نے جا کر کہا کہ میں آپ کے گھر آیا ہوں معاف کر دیں، ختم کر دیں جماعت کے مفاد کی خاطر۔ اسی وقت انہوں نے معاف کر دیا کہ آپ کے منہ کو معاف کرتے ہیں۔ ابھی میری ایک ملاقات ایک دوست سے ہوئی سیالکوٹ سے آئے ہوئے تھے وہاں بھی یہی صورت تھی ایک گاؤں میں بڑا سخت اختلاف اور جھگڑا اور قتل و غارت تک نوبت پہنچی ہوئی۔ جس خاندان کا مقتول تھا میں جانتا تھا ان میں سعادت زیادہ ہے ان کو میں نے بھجوایا کہ آپ چھوڑ دیں اس بات کو۔ اسی وقت چھوڑ دیا۔ ایک بچہ ان کا بھی ملاقات کے لئے مجھے ملنے آیا مجھے تعارف ہی یہ کرایا کہ میں وہی ہوں اس خاندان کا ہوں جس نے آپ کی خاطر، آپ کے مونہہ سے بات سن کر اپنے حق کو چھوڑ دیا تھا تو لازماً اس کے لئے میرے دل میں بہت محبت اور عزت پیدا ہوئی اور دل کی گہرائی سے جو ایسے موقع پر دعا نکلتی ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر میں کیا اور میری دعاؤں کی کیا حیثیت، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مونہہ پر اگر آپ کوئی نیکی اختیار کریں گے آپ کے احترام و عزت کے پیش نظر، یہ دیکھ کر کہ آپ کے لئے آپ نے کتنی محنت فرمائی دنیا کے کسی نبی نے اپنی قوم کے لئے کبھی اتنی محنت نہیں کی جتنی محمد رسول اللہؐ نے آپ کے لئے کی ہے۔ یہ سوچیں اور پھر ادب سے جھک جائیں اور پگھلے ہوئے دل سے اطاعت کریں کیونکہ اطاعت کی راہ میں ہمیشہ دل کی انا اور دل کا جوش حائل ہوا کرتا ہے لیکن جو دل محبت میں پگھل جاتا ہے اس کی انا کیا رہی اور اس کا جوش کیسا۔ وہ تو محمد رسول اللہؐ کے قدموں میں بہنے لگتا ہے اس سے انکار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

پس محض نصیحتوں کو ان کی غیر معمولی عقل اور فراست کی وجہ سے نہ مانیں اس محبت پر نگاہ کریں، اس رحمت پر نگاہ کریں جو ان نصیحتوں کا منبع ہے یعنی رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور پھر اگر آپ جھکیں گے تو ایک زائد بات آپ کی اطاعت میں ایسی پیدا ہو جائے گی جو آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بنا دے گی اور یہی محبت ہے جس کی خاطر انسان زندہ ہے۔ یہی ہماری آخری تمنا ہے۔ پس اس محبت کے لئے اب وہ راہیں آسان فرما دی گئی ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کے بعد فرماتے ہیں "تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے" یعنی مقام تقویٰ محمد مصطفیٰؐ کا دل ہے ایک انسان کے لئے پھر فرمایا یہی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے پہلے تحقیر سے منع فرمایا پھر دوبارہ ذکر فرمایا ایک مسلمان کے لئے یہی برائی کافی ہے اس کو ہلاک کرنے کے لئے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔ اب فرق صرف یہ ہے کہ میں عربی میں اس کو دیکھ کر بتاتا ہوں کہ عربی میں یہ فرق موجود ہے کہ نہیں۔ ایک ہی جیسے الفاظ ہیں دونوں جگہ۔ اسے حقیر نہ سمجھو کا معنی بھی لیا جا سکتا ہے اور حقیر نہ کرو۔ تو دوسری جگہ بھی چونکہ وہی لفظ استعمال ہوئے ہیں اس لئے اسی مضمون میں ہیں دونوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے بھائی کو اپنے دل میں حقیر نہ سمجھو اور دوسرا اپنے بھائی سے حقارت کا سلوک نہ کرو۔ تو فرمایا کسی مسلمان کی ہلاکت کے لئے اس کا یہی جرم کافی ہے، یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے اور اس سے تحقیر کا سلوک کرے۔

ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی آبرو اور اس کا مال۔ خون تک تو نوبت کبھی کبھی پہنچتی ہے لیکن آبرو اور مال تک تو روزانہ نوبت آتی ہے اور کتنے ہیں جو آبرو پر ہاتھ ڈالنے سے رک جاتے ہیں۔ کتنے ہیں جو مال پر ناجائز تصرف سے رک جاتے ہیں اور یہ دو ایسی بدیاں ہیں جن سے پاک کئے بغیر جماعت احمدیہ کا معاشرہ دنیا پر غالب آنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے اگر برکت ہے تو ان چند کی برکت ہے جو ان باتوں میں خدا کے فضل کے ساتھ خوب پاک صاف کئے گئے ہیں۔ مگر جس دور میں ہم داخل ہیں جس طرح خدا کے فضل ہم پر نازل ہو رہے ہیں میں آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان باتوں کو بار بار جگالی کی طرح سوچیں اور ان پر عمل کی کوشش کریں۔ ان کو کھنگالیں اور اپنے دلوں کو کھنگالیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض اور پاک باتوں کی برکت سے اپنے دلوں کو پاک کریں، اپنی نیتوں کو صاف کریں اور ایسے معاشرے کو جنم دیں جو ان باتوں کی ایک زندہ مثال بن جائے جو آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کیا حاصل کیا اور کیا کھویا ہے تو آپ میں سے ہر ایک کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ جہنم کھوئی ہے اور جنت حاصل کی ہے اس سے پہلے آپ جہنم کی زندگی بسر کر رہے تھے یہ جھوٹے چسکے تھے جو مزے تھے باتوں کے، غیبتوں کے، تحقیر کے، ان سب کے اندر ایک جہنم کی آگ پائی جاتی تھی جو آپ کے دل میں جلتی تھی وہیں سے بھڑکتی تھی۔ معاشرے کو جلانے کی صلاحیت رکھتی تھی جب وہ ابل ابل کے آپ کے منہ سے نکلتی تھی تو ایسے سانپوں کی طرح تھے جو کہانیوں میں پائے جاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ آگ اگلتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں سننے کے بعد آپ کے دل کو تسکین ملے گی ٹھنڈ پڑے گی ہر قسم کی آگ سے آپ کا سینہ پاک ہو جائے گا ایسی حالت میں زندگی بسر کرنا ہی حقیقی جنت ہے اور آپ کے ماحول اور آپ کے معاشرے کو بھی آپ کی ذات سے امن نصیب ہوگا۔ یہ وہ معاشرہ ہے جس نے لازماً غالب آنا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس کو روک نہیں سکتی کسی مولوی کا عناد، کسی حکومت کی دشمنی، کسی حکومت کی قانون سازی آپ کے خلاف کلیۃً بے اثر ہو جائے گی۔ اگر آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق سے آراستہ ہو کر گلیوں میں نکلیں گے پھر تو دنیا نے آپ کا عاشق ہونا ہی ہونا ہے کون ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکے۔

فرمایا ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ یاد رکھو۔ فرمایا تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو خدا نہیں دیکھ رہا۔ تمہارے دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اس میں اس بات کو حل فرما دیا کہ جب تم کسی کے پاس مال زیادہ دیکھتے ہو یا اچھی صورت دیکھتے ہو، یا کچھ ایسی خوبیاں دیکھتے ہو جو تم میں نہیں ہیں تو غور کرو گے تو تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں۔ آخری فیصلہ تو خدا کی نظر نے کرنا ہے کہ تم کون ہو اور کیسے ہو۔ تو جب یہ مقابلے میں داخل ہی نہیں ہیں چیزیں، مقابلے کے امتحان میں ان کا شمار ہی کوئی نہیں ہے تو تم کیوں بے وقوفوں کی طرح اپنی محرومی کا احساس رکھتے ہو اور اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اللہ نے دیکھنا ہے کہ اسی کی نظر ہے جو دائماً آپ کے حق میں فیصلہ کرے گی اور جس کی نظر کی طرف آپ کی نظر لگی رہنی چاہئے۔ فرمایا جب اس کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ مال دار تم میں سے کون ہے اور اچھی شکل والا کون ہے تو خواہ مخواہ دلوں میں ایک جہنم سہیڑ رکھی ہے، دلوں میں محرومی کی ایک آگ بھڑکا رکھی ہے۔ ہائے ہمارے پاس مال نہیں رہا، ہمارے پاس ایسی شکلیں نہیں ہیں، ایسی فضیلتیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تو ان کو دیکھتا ہی نہیں، جب دیکھ ہی نہیں رہا تو ان کو اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی دنیا کی تسکین کے لئے ٹھیک ہے کچھ کوشش ہو سکتی ہے جو فطرتاً جائز ہے لیکن ان جائز طریقوں پر جو خدا بیان فرماتا ہے اور اگر نہ بھی حاصل کر سکو تو یاد رکھو کہ اللہ کی دل پر نظر رہتی ہے اور جو دل کو دیکھنے والا ہے وہ دل میں پلنے والے تقویٰ پر نظر رکھتا ہے۔

> **ہم نے تو دنیا کو دنیا ہی میں پیدا ہونے والی ایک جنت کی طرف بلانا ہے جو آسمانی ہے، جس نے اس دنیا کے حالات تبدیل کرنے ہیں اور یہ جنت اپنے معاشرے میں پیدا کئے بغیر ہم کیسے کسی کو بلا سکتے ہیں**

پس سب سے بڑا مال دار، سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ حسین وہ ہے جس کے دل میں تقویٰ پلتا ہے اور یہ بات کہ خدا دیکھتا ہے یہ تو بظاہر دور کی بات دکھائی دیتی ہے کہ اس کے دیکھنے کا ہمیں کیا پتہ۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ پل رہا ہو اس کی ادائیں حسین ہو جاتی ہیں جو دولت تقویٰ کی دولت ہے اس کا کوئی اور مقابلہ نہیں۔ اس لئے غریب متقی کی بھی معاشرے میں خدا تعالیٰ کی عزت قائم کرتا ہے اور ایک غریب متقی کو بھی لوگ زیادہ پیار اور محبت سے ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے زیادہ دنیا کے لحاظ سے اور کون غریب تھا جن کے گھر میں بعض دفعہ بیٹھنے کی بھی کوئی چیز نہیں ہوا کرتی تھی کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔ کئی کئی دن بعض دفعہ کھانا بھی نہیں پکتا تھا، ایسی کھجور کی چٹائی جس پر لیٹنے سے سارے جسم پر نشان پڑ جایا کرتے تھے، مالی لحاظ سے تو یہی حیثیت تھی مگر کتنے کتنے بڑے مالدار تھے جو اپنے اموال پر لعنت ڈالتے ہوئے ان کو پیچھے پھینک کر محمد رسول اللہ کی چوکھٹ پہ حاضر ہو گئے اور آپ کے تعلق میں جو غربت ان کو ملی وہ ان کی عزتوں کا نشان بن گئی اور پھر کیسے کیسے

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۱)

ہومیو پیتھی روحانی ذریعے سے حاصل ہونے والا علم ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ہی علاج کے اس نئے نظام کی بنیاد ڈالی گئی۔ ہومیو پیتھی انسانی جسم کے دفاعی نظام کو متحرک کر کے فائدہ اٹھانے کا نام ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر پروگرام "ملاقات"

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء میں فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے] [redacted]

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ہفتہ میں دوبار ہومیو پیتھک کلاس لیتے ہیں۔ ہم ان کلاسز کے خلاصہ کی (روزنامہ الفضل ربوہ کے شکریہ کے ساتھ) الفضل انٹرنیشنل میں اشاعت کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین الفضل اس سے استفادہ کریں گے۔ بھرپور استفادہ کے لئے ان کلاسز کی مکمل ویڈیو یا آڈیو ریکارڈنگ مرکزی شعبہ آڈیو ویڈیو سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ (ادارہ)

(لندن) ۲۳ مارچ: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ہومیو پیتھی کے متعلق اہم باتیں بیان فرمائیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ پہلے سبق کے طور پر آج میں کچھ باتیں بتاتا ہوں۔ سب سے پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ مجھے ہومیو پیتھی میں دلچسپی کیسے پیدا ہوئی۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ زندہ تھے ۱۹۶۰ء بلکہ اس سے بھی پہلے کی بات ہے مجھے سر درد کی تکلیف ہوا کرتی تھی۔ جسے میگرین یا درد شقیقہ کہتے ہیں۔ یہ بڑا شدید درد ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ متلی اور اعصابی تناؤ کی تکلیف بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ جب مجھے یہ درد ہوتا تھا تو دو دو دن اور تین تین دن جاری رہا کرتا تھا اور میں پڑھنے لکھنے کے کام کے بالکل نا اہل ہو جاتا تھا۔ اس کے علاج کے لئے میں اسپرین کھایا کرتا تھا اور بعض اوقات چار اور پانچ پانچ گولیاں کھاتا تھا۔ اس کی تیزابیت کی وجہ سے معدے کی جھلی جلنی شروع ہو جاتی۔ گردوں پر اور بعض اوقات دل پر بھی اثر ہو جاتا تھا۔ دھڑکن تیز ہو جاتی تھی۔ میں نے اپنی تکلیف کے لئے حضرت مصلح موعودؓ سے رجوع کیا تو آپ مجھے ایک دوائی سینڈول دیا کرتے تھے جو کلکتے سے آتی تھی۔ اس سے مجھے آرام آجایا کرتا تھا۔ یہ دوائی کئی دفعہ منگوائی۔

حضور انور نے فرمایا ایک دفعہ مجھے اس سر درد کی شدید تکلیف ہوئی۔ اتنی کہ آنکھ کھولنی بھی مشکل تھی۔ میں نے حضرت سیدہ مہر آپا سے کہا کہ مجھے ابا جان سے سینڈول لا دیں۔ وہ گئیں تو یہ جواب لائیں کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ سینڈول تو ختم ہو گئی ہے۔ اب میں تمہیں ہومیو پیتھک دوائی دیتا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ مجھے اس وقت ہومیو پیتھی پر کوئی یقین نہ تھا۔ میں نے تبرک کا ہی دوائی لے لی۔ اب بھی بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہومیو پیتھی پر یقین تو نہیں تبرک کا دے دیں۔

بہرحال میں نے آنکھیں بند کئے ہوئے منہ کھولا اور دوائی کھالی۔ حضرت مہر آپا نے مجھ سے دو تین منٹ باتیں کیں اور چلنے لگیں تو پوچھا کہ کچھ فائدہ محسوس ہوا؟ تب مجھے اچانک احساس ہوا کہ درد تو بالکل ختم ہو چکا ہے اور میں یونہی آنکھیں بند کئے لیٹا ہوں۔ مجھے محسوس ہوا کہ گویا جادو ہو گیا ہے۔ کبھی کسی دوا سے مجھے ایسا اثر نہیں ہوا تھا اس سے پہلی بار میرے دل کو یقین آیا کہ ہومیو پیتھی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کا فائدہ بہت ہے۔

حضور نے فرمایا اسی طرح ۱۹۵۸ء میں میری شادی ہوئی تو میری اہلیہ آصفہ بیگم کو ایک پرانی تکلیف تھی اس کا انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ میں ابا جان (حضرت مصلح موعودؓ) کے پاس جاتا ہوں۔ ان کے پاس ہومیو پیتھی کی کتب ہیں ان سے دیکھ کر کوئی دوائی ڈھونڈتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کا تصرف ایسا ہوا کہ پہلی کتاب کو جس جگہ سے میں نے کھولا وہیں پر ایک دوائی کے ضمن میں جو علامات درج تھیں وہ وہی تھیں جو آصفہ بیگم کی تھیں چنانچہ میں نے وہ دوائی لا کر دی۔ ان کو ایک خوراک سے ہی ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی وہ تکلیف نہ ہوئی۔

حضور نے فرمایا یہ کوئی جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اس کے بعد میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی لائبریری سے ہومیو پیتھی کے بارے میں کتب پڑھنی شروع کیں۔ بعض اوقات میں ساری ساری رات ایسی کتب پڑھتا رہتا۔ لمبا عرصہ مطالعہ کے بعد میں نے دوائیوں اور ان کے خواص سے شناسائی حاصل کی۔ لیکن علاج شروع نہیں کیا۔ دماغ میں ادویہ اور ان کے استعمال اور خواص کا اچھی طرح نقش جمایا تب علاج شروع کیا۔

ہومیو پیتھی کا آغاز کس طرح ہوا؟

حضور انور نے فرمایا کہ ہومیو پیتھی ایک جرمن ڈاکٹر ہانمن نے ایجاد کی۔ وہ ایلو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ ۶۰ سال کی عمر میں انہوں نے ہومیو پیتھی کی طرف توجہ کی۔ یہ وہی سال ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کا سال ہے۔ یعنی ۱۸۳۵ء جہاں خدا نے اس سال ایک روحانی نظام کی بنیاد ڈالی وہاں نئی قسم کی شفا حاصل ہونے کی بھی بنیاد ڈال دی۔ اس کا تعلق بھی روحانیت سے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طاعون کے ذکر میں ایک بات بیان فرمائی تا کہ طاعون کا علاج ہو سکے۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی عجیب حالت تھی۔ ایک طرف یہ تھا کہ خدا کی بتائی ہوئی خبر کے مطابق طاعون ظاہر ہو اور تباہی مچائے تو آپ کی صداقت ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن دوسری طرف مخلوق خدا کا درد تھا جو آپ کو بے چین کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار کے ذریعے فرمایا کہ آپ کو روحانی ذریعے سے علم ہوا ہے اور میں تمام بنی نوع انسان کو بتاتا ہوں کہ ان میں شفا کے بہت سے راز ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ روحانی ذریعے سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اگر کسی ملک میں غدودوں کی بیماریاں (طاعون غدودوں کی بیماری ہے) پھیل جائیں تو اس ملک میں اگر جلدی امراض پھیلا دئے جائیں تو گٹھلیوں کی بیماریاں جسم سے باہر نکل کر جلد پر آجاتی ہیں۔ اور جسم کے بڑے بڑے اعضاء خطرناک بیماریوں کے اثر سے بچ جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مقصد کے لئے خدا نے دو دوائیں سلفر اور مرکری یعنی گندھک اور پارہ بنائی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ میں یہ جان کر حیران رہ گیا کہ ہومیو پیتھی کے موجد ڈاکٹر ہانمین نے بعینہ یہی نظریہ اپنی کتب میں لکھا ہے۔ کہ بعض ادویہ سے رد عمل ایسا ہوتا ہے کہ بیماری جسم سے باہر کی طرف نکل آتی ہے۔ مریض یہ سمجھتا ہے کہ وہ مارا گیا لیکن میں انہیں بتاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ یہ تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ ورنہ جسم کے اندر سے کوئی چیز پھینکی ہی نہیں جا سکتی۔ اندر سے باہر نکل آنے والی بیماری ہی اچھی ہے۔ ہومیو پیتھی کے تعلق میں یہ بات ہے کہ یہ اندرونی غدودوں کی بیماریوں کو باہر نکالتی ہے۔ ایک ستون کا کام دیتی ہے۔

ہانمین کو ہومیو پیتھی کا خیال کیسے آیا؟

حضور انور نے فرمایا کہ ہانمین نے کس طرح اس ایجاد کا سوچا؟ ان کو بڑا لمبا تجربہ ایلو پیتھک طریق علاج کا تھا۔ انہوں نے یہ نوٹ کیا کہ جوں جوں کسی مریض کا علاج ہوتا ہے تو کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک بیماری کے علاج کے بعد دوسری بیماری اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس نے معلوم کیا کہ ایلو پیتھک طریق علاج میں بیماری کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عملاً شفا نہیں ہوتی۔ مثلاً سر میں درد ہو رہا ہے، اسپرین دے دی جاتی ہے۔ اس سے سر درد تو دب جاتا ہے لیکن وہ اصل وجہ جس کے نتیجے میں سر میں درد ہوتا ہے یہ دوا اس جڑ کو نہیں کاٹتی۔ کیونکہ سر درد تو سو یا ہزار بیماریوں کی علامت کے طور پر ہو سکتا ہے اس طریق کا دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ایک گولی سے شفا ہو جائے تو پھر دوا کی مقدار بڑھانی پڑتی ہے کیونکہ کچھ دیر کے بعد جسم تھوڑی مقدار کو قبول نہیں کرتا۔ ان باتوں سے ڈاکٹر ہائمن کے ذہن میں خیالات کا ایک سلسلہ چلنا شروع ہو گیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ڈاکٹر ہائمن نے ایلو پیتھی طریق کی دواؤں کی ایک ایسی فہرست بنائی جو کم مقدار میں دی جائے تو علاج کرتی ہے اور اگر زیادہ مقدار میں دی جائے تو جس بیماری کے علاج کے لئے دی جاتی ہے وہی بیماری پیدا کر دیتی ہے۔ مثلاً اوپیم (Opium) ٹنکچر وغیرہ یہ متلی اور سر درد کے لئے دی جاتی ہیں اور اگر ذرا سی زیادہ مقدار میں دی جائے تو سخت متلی پیدا کرتی ہے۔

اندرونی دفاع کی طاقت کا استعمال

حضور انور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹر ہائمن اس نتیجے پر پہنچا کہ جسم میں ہر بیرونی حملے سے دفاع کی طاقت موجود ہے مگر اس دفاع کی طاقت کو استعمال کرنے کے لئے جسم کو خبردار کرنا اور مستعد کرنا ضروری ہے۔ ورنہ بعض دفعہ بیماری کا حملہ ایسا شدید ہوتا ہے کہ جسم اچانک مغلوب ہو جاتا ہے یا ایسے محرکات ہوتے ہیں کہ جسم میں جسم کی کمزوری کی وجہ سے دفاع کمزور ہو جاتا ہے۔

مختلف محرکات کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ایک ہی فضا میں پلنے والے بعض افراد کو ٹی بی ہو جاتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی۔ آپا نصیرہ (والدہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب) نے دو بچوں کی ساری عمر خدمت کی جن کو ٹی بی تھی مگر ان کو ٹی بی نہیں ہوئی۔

اسی طرح کی ایک اور مثال بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ انیمیا (خون کی کمی) کا علاج کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آئرن کی کمی ہے۔ آئرن دینا شروع کیا جاتا ہے تو پھر کہتے ہیں کہ فولک ایسڈ کی کمی ہے۔ یہ دیا جائے کیونکہ جب تک یہ نہ دیا جائے آئرن ہضم نہیں ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ گھر کے دیگر افراد جو اسی ماحول اور اسی گھر میں پلتے ہیں، وہی خوراک کھاتے ہیں ان کو کیوں یہ کمی لاحق نہیں ہوتی۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ بیماریاں بہت سے امکانات اور احتمالات رکھتی ہیں اور ساری بیماری بعض اوقات آسانی سے سمجھ نہیں آتی۔

ویکسی نیشن سے مشابہ نظام

حضور انور نے فرمایا کہ سر درد کی بحث میں ڈاکٹر ہائمن نے سوچا کہ کیوں نہ مختلف زہریلے مادوں کو استعمال کروا کر دیکھوں۔ چنانچہ اس نے تجربہ کیا کہ ہر پوائزن (poison) کیا اثر دکھاتا ہے۔ مثلاً ایکونائیٹ (Acconite) ایک زہر ہے۔ اس سے سر میں درد پیدا ہوتا ہے۔ یہ سر درد اچانک آتی ہے تدریجاً نہیں آتی۔ شدت کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خوف پیدا ہوتا ہے۔ مریض سوچتا ہے کہ میں مر جاؤں گا۔ اگر اس قسم کی سر درد میں ایکونائیٹ بہت کمزور کر کے دی جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ بیرونی پیغام اندرونی خوابیدہ طاقتوں کو جگا دے۔ اس وقت ویکسی نیشن کا طریق علاج شروع ہو چکا تھا۔ یہ بھی یہی کام تھا کہ کمزور جراثیموں کو جسم میں داخل کر دیا جاتا تھا جو اتنے کمزور ہوتے تھے کہ بیماری پیدا کرنے میں ناکام ہوتے تھے۔ اس کے خلاف رد عمل کے طور پر جسم کامیاب رد عمل دکھاتا اور پھر کئی سال تک جسم اس بیماری سے محفوظ ہو جاتا تھا۔ اس طریق سے تحقیق کے نئے دروازے کھلتے چلے جاتے تھے۔

مختلف پوٹینسیاں تیار کرنے کا طریق

حضور انور نے دوائیوں کی تیاری کے ضمن میں فرمایا کہ مختلف پوٹینسیاں تیار کرنے کا طریق یہ ہے کہ مثلاً ایکونائیٹ لی جائے اور اس کے دو قطرے ایک شیشی میں ڈال کر دوا پھینک دی جائے اس کا صرف ایک قطرہ جو کہ شیشی کی دیواروں کے ساتھ لگا رہ جائے، یعنی دوائی کی باریک سی فلم رہ جائے وہ ایک قطرہ ہو گا۔ اس میں

☆ بقیہ از صـ ۱

حضور نے بتایا کہ اب قادیان کا رابطہ ٹیلی فون کے ذریعہ باہر کی دنیا سے مستقل ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضور نے قادیان سے موصولہ تازہ فیکس کے حوالہ سے بتایا کہ آج صبح قادیان میں باقاعدہ جلسے کا آغاز ہو چکا ہے جس میں اس وقت تک کی رپورٹ کے مطابق بیرون ہندوستان ۱۵ ممالک سے ۲۵۱ مہمانان شامل ہوئے اور ۲۶۵۰ مہمانوں کی رجسٹریشن ہو چکی ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ انگریزی، انڈونیشین، ملیالم، تامل اور بنگلہ زبانوں میں تقاریر کے رواں ترجمہ کا انتظام بھی وہاں کیا گیا ہے۔

حضور نے مزید بتایا کہ لندن سے جو نشریات اس وقت کی جارہی ہیں اس میں بھی بنگلہ زبان میں اس تقریب کا رواں ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ حضور نے بنگلہ دیش کی جماعت کا تحسین بھرے کلمات میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بنگلہ دیش کی جماعتوں میں نئی زندگی کا آثار پیدا ہو رہے ہیں اس کے پیش نظر لازم ہے کہ ان کا خیال رکھا جائے مگر اچھا ترجمہ کرنے والا انہوں نے مہیا کرنا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہندوستان کے وہ معززین جو قادیان سے ایک تعلق رکھتے ہیں اور جب بھی ضرورت پڑتی ہے جماعت کے مسائل حل کرنے میں مدد دیتے ہیں ان میں سے ایک جناب آر۔ ایل۔ بھاٹیہ صاحب ہیں جو وزارت امور خارجہ کے ہندوستان کے وزیر مملکت ہیں۔ وہ جذبہ خیر سگالی کے طور پر کل خود قادیان حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سعید فطرت لوگ جو مذہب کے اختلاف کے باوجود انسانی قدروں کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اسی طرح ایک اور معزز بزرگ جو آج کے پہلے اجلاس کے آخر پر وہاں پہنچے ہیں یہ جناب باباٹھاکر سنگھ صاحب ہیں جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اظہار خیر سگالی کے طور پر تشریف لائے۔ حضور نے بتایا کہ پنجاب کے تمام مذہبی رہنماؤں میں ان کو غیر معمولی مقام حاصل ہے۔ سکھ نقطہ نگاہ سے نیکی و تقویٰ کے لحاظ سے ان کے لئے سکھوں میں بہت عزت و احترام پایا جاتا ہے۔ ان کا قادیان کے جلسہ میں تشریف لانا ہم سب کے لئے بہت عزت افزائی کا موجب ہے۔ اللہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اس شمولیت کی جزاء دے اور قادیان اور اس کے ماحول کے سکھوں کو اس جذبہ خیر سگالی کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔

حضور نے فرمایا کہ ہندوستان کے وہ معززین جو قادیان سے ایک تعلق رکھتے ہیں اور جب بھی ضرورت پڑتی ہے جماعت کے مسائل حل کرنے میں مدد دیتے ہیں ان میں سے ایک جناب آر۔ ایل۔ بھاٹیہ صاحب ہیں جو وزارت امور خارجہ کے ہندوستان کے وزیر مملکت ہیں۔ وہ جذبہ خیر سگالی کے طور پر کل خود قادیان حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سعید فطرت لوگ جو مذہب کے اختلاف کے باوجود انسانی قدروں کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اسی طرح ایک اور معزز بزرگ جو آج کے پہلے اجلاس کے آخر پر وہاں پہنچے ہیں یہ جناب باباٹھاکر سنگھ صاحب ہیں جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اظہار خیر سگالی کے طور پر تشریف لائے۔ حضور نے بتایا کہ پنجاب کے تمام مذہبی رہنماؤں میں ان کو غیر معمولی مقام حاصل ہے۔ سکھ نقطہ نگاہ سے نیکی و تقویٰ کے لحاظ سے ان کے لئے سکھوں میں بہت عزت و احترام پایا جاتا ہے۔ ان کا قادیان کے جلسہ میں تشریف لانا ہم سب کے لئے بہت عزت افزائی کا موجب ہے۔ اللہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اس شمولیت کی جزاء دے اور قادیان اور اس کے ماحول کے سکھوں کو اس جذبہ خیر سگالی کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔

حضور نے فرمایا کہ بہت کثرت سے دنیا بھر کے لوگ ان کی زیارت کے لئے اس مقدس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں ان کا مرکز ہے۔ ان کا خود قادیان آکر اس جلسہ میں شامل ہونا باقی سکھوں کے لئے پیغام ہے کہ اس جماعت سے محبت و عزت کا سلوک رکھو۔ ان کی شمولیت بتارہی ہے کہ جماعت احمدیہ انسانی قدروں میں بلند مقام رکھتی ہے اور انسانی قدروں کی سب دنیا کو شدید ضرورت ہے۔ حضور نے جناب باباٹھاکر سنگھ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ واھیگورو ان سے نیک سلوک فرمائے اور اس کی جزاء دے۔

حضور نے فرمایا کہ جلسہ سالانہ کی بنیاد ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی جس میں ۷۵ افراد شامل ہوئے۔ پھر بعض وقفوں سے سالانہ جلسوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضور انور نے ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک حوالہ کی روشنی میں جلسہ کی اغراض بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل مقصد انسان کا دین ہونا چاہئے۔ بعض لوگوں کی کوششیں اور تدبیریں محض دنیا کمانے کی خاطر ہوتی ہیں یہاں تک کہ بڑی پینشن پالیتے ہیں لیکن پھر بھی بس نہیں کرتے۔ حضور نے بتایا کہ جماعت احمدیہ میں خدا کے فضل سے اس کثرت سے ایسے پینشنر پیدا ہو چکے ہیں جو انتظار کرتے ہیں کہ کب اپنے کاموں سے فارغ ہوں تو وہ کلیۃً جماعت کے کاموں کے لئے وقف ہو سکیں۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمنا کے باریک پہلو جن کی طرف دنیا کی نگاہ نہیں تھی اللہ کی نظر ان پر پڑی ۔ آج جو ہم فیض پا رہے ہیں یہ حضرت مسیح موعودؑ کی ان تمناؤں کا ہی فیض ہے جو اللہ کی خاطر آپ کے دل میں پیدا ہوئی تھیں۔

حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور ارشاد بھی سنایا جس میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے قادیان آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جہاں تک قادیان آنے والوں کا تعلق ہے اگرچہ یہ تعداد کچھ کم ہوئی ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ لوگ کثرت سے قادیان آئیں گے یہ ایک لاتناہی سلسلہ ہے۔ وقتی روکوں کے باوجود ان آسمانی وعدوں کا سلسلہ ٹوٹا نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں درج الہام الٰہی "یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اگر اس نشان کو دیکھا جاوے تو اپنی جگہ یہ کوئی دس لاکھ نشان ہوگا۔ ہر آدمی نیا آنے والا مہمان اس نشان کو پورا کرتا ہے"۔ حضور نے فرمایا کہ غیر احمدی معاندین اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صرف پانچ ہزار معجزات کا ذکر کیا ہے اور اپنے لاکھوں نشان بتائے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اول تو معجزہ اور نشان میں فرق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معجزات کو اس نظر سے دیکھتے تھے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے تمام نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ایک معجزہ کا حصہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

حضور نے فرمایا کہ ایک شخص کو ایک بارش ایک نشان کے طور پر دکھائی دیتی ہے لیکن ایک عارف کو اس کا ہر ایک قطرہ ایک نشان دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ آج بھی جو مختلف ممالک سے یا ہندوستان کے مختلف گوشوں سے لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے احمدیوں کو اس جلسہ میں شمولیت کی اجازت نہ دئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یہ ظلم ہے کہ احمدیوں کو نہ پاکستان میں جلسہ کی اجازت دی جائے اور نہ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کی اجازت دی جائے۔ اگر اجازت لفظوں میں روکی نہ بھی جائے تو ایسی روکیں کھڑی کر دی جائیں کہ ایک شریف انسان کے لئے ان روکوں کو عبور کر کے وہاں جانا ممکن نہ ہو۔

حضور نے فرمایا کہ میں اہل قادیان کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کہ لوگ کثرت سے آئیں گے سے مقصود کسی ظاہری مقام کی زیارت نہیں تھی بلکہ آپ نے کھول کر اس کی غرض یہ بیان فرمائی کہ دین کی آواز زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کان تک پہنچے۔ اب دیکھیں اس غرض کو خدا نے کس شان سے پورا فرمایا ہے۔ دنیا بھر سے لکھو کہا احمدی و غیر احمدی اس جلسہ میں شمولیت کی توفیق پارہے ہیں۔ حضور نے پرشوکت آواز میں فرمایا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب قادیان کی زیارت کو جانے والے افراد کی تعداد لاکھوں سے ملینز (Millions) میں پہنچ جائے گی۔

حضور انور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "وسع مکانک" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مکان کی وسعت صرف قادیان سے تعلق نہیں رکھتی۔ ہر ملک میں ہر احمدی کا مکان مسیح موعودؑ کا مکان بن چکا ہے۔ ہر ملک کے جلسہ میں ہر دفعہ پہلے سے بڑھ کر شان سے ہم اسے پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے جو وعدے دئے ان میں سے ہر نشان کی کوکھ سے بلاشبہ لاکھوں نشان پھوٹے اور پھوٹتے چلے جائیں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب دوبارہ وسع مکانک کا الہام ہوا تو آپ نے اس الہام کو ظاہری رنگ میں جس طرح پورا فرمایا اس سلسلہ میں حضور انور نے حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بیان فرمائی:

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

☆ بقیہ : ہومیو پیتھی کلاس

پھر پانی ڈال دیا جائے تو یہ دوائی ایک قطرے کا ۱۰۰/۱ بن جائے گی۔ یعنی اس طرح سے یہ دوائی ایک طاقت کی دوائی کہلائے گی۔ اگر اس کا پھر ایک قطرہ لے کر اس میں پانی بھر دیا جائے تو یہ ۱۰۰/۱ کا ۱۰۰/۱ حصہ یعنی دس ہزارواں حصہ بن جائے گا اس طرح یہ دوائی دو پوٹینسی کی دوا ہوگی اور اگر اس میں سے پھر ایک قطرہ لے کر اسے پانی سے بھر دیا جائے تو یہ ۱۰،۰۰۰/۱ کا ۱۰،۰۰۰/۱ واں حصہ ہوگا جو کہ تیسری پوٹینسی کہلائے گی۔ اسی طرح سے چوتھی پھر پانچویں پوٹینسی بنتی چلی جائے گی حتیٰ کہ جب ہم ۳۰ پوٹینسی کی دوا بنائیں گے تو ایک بٹا ایک لکھ کر ایک کے دائیں طرف ۶۰ صفر لگائیں گے۔ یہ ایسی عبارت ہے کہ پڑھنے کے لئے سائنس کے پاس کوئی لفظ نہیں۔

حضور نے بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو بیماریاں اچانک آتی ہیں۔ وہ اچانک چلی بھی جاتی ہیں۔ جو آہستہ آہستہ آتی ہیں وہ جاتی بھی آہستہ آہستہ ہیں اور جسم کے سسٹم کو بدلا کر رکھ دیتی ہیں۔ اس لئے ایسی بیماری کے علاج کے لئے دوائی بھی ایسی ہونی چاہئے جس کا اثر آہستہ آہستہ ہو۔

حضور نے مثال کے طور پر ہومیو پیتھی کی ایک دوا بیلاڈونا (Belladonna) کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوا ہومیو پیتھی میں کثرت سے استعمال ہوتی ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ خون کو ایک طرف کھینچتی ہے۔ کسی ایک عضو کی طرف کر دیتی ہے۔ اس سے شدید سر درد ہوتا ہے اور سر پھٹنے لگتا ہے لیکن اس میں کوئی خوف ساتھ نہیں ہوتا۔ لتھارجی اور بے پروائی ہوتی ہے ۔ حضور نے محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کا ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ ان کا سر درد سے پھٹا جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ بات بھی آہستہ کرو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ ان کو میں نے بیلاڈونا دی۔ چند ہی لمحوں میں ان پر ایسا اثر ہوا کہ سر درد بالکل رفع ہو گیا۔

☆ بقیہ : خطبہ جمعہ

بادشاہ تھے جن کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ محمدؐ کا نام لے کر عزت و احترام سے جھکتے ہوئے اپنے تختوں سے نیچے اتر آتے ہیں۔ ایک غریب انسان کی عزت ہے اسلئے کہ آپ بالکل سچ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ تو اللہ مال کو نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں دیکھتا، تقویٰ کو دیکھتا ہے مگر جب خدا دیکھتا ہے تو دنیا کی نظریں بھی اس کے لئے تبدیل کی جاتی ہیں اور دنیا کی محرومی کا احساس بھی مٹا دیا جاتا ہے۔ وہ غربت کے باوجود معزز ہو جاتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو عزت و احترام اور محبت کی نظر سے دیکھیں۔ یہ وہ نصیحتیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی خاطر دنیا کے بڑے سے بڑا بادشاہ اپنے تخت سے اتر کر اس کی ایک کوڑی کی بھی پرواہ چھوڑ دے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتوں کے سامنے سر جھکا دے تو یہ اس کے لئے بھلائی ہوگی، اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔

اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو، عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو، اللہ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔ ان باتوں پر جن میں بعض کا خلاصہ ہے، تکرار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس نصیحت کو ختم فرمایا اور جہاں آپ نے نصیحت ختم فرمائی وہیں سے ہماری جنتوں کا آغاز، وہیں سے ہمارے تمام مصائب اور دردوں اور مصیبتوں کے حل کا سفر شروع ہوتا ہے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے !

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

بھائی مسعود احمد خان دہلوی مدظلہ کا مضمون سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم کے بارہ میں چھپا تو صرف سیٹھ صاحب مرحوم ہی نہیں کئی یاران رفتہ کی یاد ذہن میں کروٹیں لینے لگی! پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان مرحوم یاد آئے جن کے بارہ میں ہم پہلے کہیں یہ فقرہ لکھ چکے ہیں کہ "جہاں جس محفل میں نصیر صاحب، سیٹھ محمد اعظم صاحب اور بھائی مسعود احمد خان دہلوی اکٹھے ہو جاتے وہاں وہ پھلجھڑیاں چھوٹتیں کہ چراغاں ہو جاتا"۔ عبدالسلام اختر یاد آئے، صوفی بشارت الرحمان صاحب مرحوم کی یاد کوندے کی طرح لپکی۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی باتیں ذہن میں ابھرنے لگیں۔ قبلہ قاضی محمد اسلم صاحب کی مسکراہٹ، پہلی رات کے چاند کی طرح ذہن میں طلوع ہوئی۔ تعلیم الاسلام کالج کی رنگارنگ محفلیں، ماضی کے جھروکوں سے نکل کر سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ ہم تو سمجھے بیٹھے تھے کہ یہ باتیں نقش و نگار طاق نسیاں ہو چکی ہیں مگر اک ذرا چھیڑئیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے! کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں، اک تیر میرے سینہ میں مارا کے ہائے ہائے!

سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم کو جب ہم نے دیکھا تو ان کا لاکھوں کا گھر خاک ہو چکا تھا۔ مفلس تھے مگر بے مایہ نہیں تھے، وضع داری قائم تھی۔ چہرے پر تمکنت، باتوں میں گاؤں کی خوشبو اور ہاتھوں میں گئے دور کی آبرو! سیٹھ صاحب اس آبگینہ کو اٹھائے پھرتے تھے! اللہ نے سرخرو کیا، موت آئی تو ہنستے کھیلتے عزت آبرو کے ساتھ جان سے گزر گئے۔ چو مرگ آید تبسم برلب اوست! مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم۔ تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے!

قبلہ سیٹھ صاحب سے پہلی ملاقات عجیب طور سے ہوئی۔ بزم اردو کی کسی مجلس میں تشریف لائے تھے۔ بھائی مسعود احمد خان دہلوی انہیں اپنے ساتھ لوا لائے تھے۔ بھائی مسعود احمد دہلوی نے فرمایا "انہیں بن بلائے آنے میں تامل تھا مگر میں اصرار کر کے انہیں لے آیا ہوں"! ہم نے معذرت چاہی کہ ہمیں ربوہ میں ان کے ورود مسعود کی خبر نہیں تھی اس لئے تساہل ہوا۔ آئندہ ایسا تسامح نہیں ہوگا۔ سیٹھ صاحب کے چہرے پر نہایت حسین مسکراہٹ پھیل گئی۔ فرمانے لگے! مدتوں بعد تساہل اور تسامح کے لفظ سنے ہیں آپ کہیں دکن تو نہیں رہے؟ ہم دکن میں کہاں رہتے ہم نے تو دکن اور دکن کی تہذیب کے صرف چرچے سن رکھے تھے۔ ان دنوں مخدوم محی الدین پر لکھی ہوئی مرزا ظفر الحسن صاحب کی کتاب زیر نظر تھی۔ گفتگو میں کہیں اس کا پرتو آ گیا تھا۔ سیٹھ صاحب نے ہمیں اپنے دوستوں میں رکھ لیا۔ اس کے بعد بزم اردو کی ہر مجلس میں تشریف لاتے اور ہمیں سرفراز کرتے۔ مرزا ظفر الحسن کی کتاب ہمیں نے انہیں پڑھنے کو دی اور یہ اس کا نتیجہ تھا کہ سیٹھ صاحب نے بہادر یار جنگ پر مقالہ لکھنے اور پڑھنے کی حامی بھرلی۔

مسعود بھائی نے اس مجلس کا ذکر کیا ہے تو کالج کے سٹاف روم میں یہ تقریب برپا کرنے کی وجہ بھی بیان کر دوں! مجھے یونہی خیال آیا کہ سیٹھ صاحب نے حیدر آباد کی محفلوں کے ٹھاٹ باٹھ دیکھ رکھے ہیں کیوں نہ اس تقریب کو ذرا دکنی اہتمام سے برپا کیا جائے۔ ہماری محنت سوارت ہوئی اور ہماری اس تقریب کو چار چاند لگ گئے۔ سٹاف روم کا سنجیدہ ماحول، نشست و برخواست کا نیا انتظام، مہمانوں کے لئے صوفے، اساتذہ اور سامعین کے لئے آرام کرسیاں، تپائیوں پر پھول، حاضرین اہل ذوق اور مقالہ لکھنے والا حیدر آباد کے صاف ستھرے لباس میں ملبوس! شیروانی، کھڑا پاجامہ، رومی ٹوپی، باتوں میں موہنی، آنکھوں میں روشنی! قبلہ قاضی صاحب اپنے مخصوص سادہ لباس میں صوفے پر تشریف فرما تھے ان کے ساتھ ایک طرف سیٹھ صاحب تھے دوسری طرف پروفیسر نصیر احمد خان اور اے ترک غمزہ زن کہ مقابل نشستہ ای کے مصداق۔ ان کے عین سامنے مسعود بھائی! تلاوت ہوئی میں نے حسب دستور دو چار تعارفی کلمات کہے اور پھر سیٹھ صاحب نے مقالہ شروع کیا۔ ان کی زبان! سبحان اللہ۔ ان کا بیان! ماشاء اللہ۔ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ یہ جو مسعود احمد خان دہلوی آج تک اس محفل کو یاد رکھے بیٹھے ہیں یہ یونہی نہیں ہوا! اس تقریب کا رنگ ہی اور تھا!

اس تقریب کا ایک نتیجہ اور نکلا کہ بھائی مسعود احمد خان دہلوی کے جوہر بھی کھلے۔ تب تک ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ حضرت بھی تقریریں کر سکتے ہیں۔ ہم نے سیٹھ صاحب والی تقریب کے ناتے انہیں دہلوی تہذیب و تمدن پر مضمون پڑھنے کی دعوت دی۔ بھائی مسعود احمد خان دہلوی تو چھپے رستم نکلے۔ مضمون پڑھا اور اس کڑاکے سے پڑھا کہ لطف آ گیا۔ ان کی پہلی تقریر کی صدارت پروفیسر نصیر احمد خان مرحوم نے کی۔

پھر تو یہ ہمارے باقاعدہ مقرر مہمانوں میں شمار ہونے لگے۔ وگرنہ ہم انہیں صرف لکھنے کا دھنی جانتے تھے۔ ان کا پڑھنا ہم نے نہیں سنا تھا۔ اب آنکھیں ان کی زبان کے چٹخارے لیتی ہیں۔ کان ترسے ہوئے ہیں! دیکھیں کانوں کی کب سنی جاتی ہے؟

سیٹھ محمد اعظم صاحب سے بعد کو ہماری کچھ عزیزداری بھی ہو گئی مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بھانجے عزیزم انجینئر محمد سلیمان میرے ہم زلف ہو گئے۔ ان دنوں ہم جاپان میں تھے۔ واپس آئے تو سیٹھ صاحب کے اہل خانہ سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اللہ اللہ کوہ وقار تھیں۔ سیٹھ صاحب کی وفات کے بعد دارالرحمت شرقی میں اٹھ آئی تھیں۔ نہایت وضع داری سے اپنا وقت پورا کر رہی تھیں۔ گھر سے باہر بہت کم آنا جانا ہوتا تھا مگر کہیں جاتیں تو پورے اہتمام کے ساتھ تیار ہو کر نکلتی تھیں۔ بڑے گھر کی بیٹی اور بڑے گھر کی بہو تھیں۔ زمانہ کا گرم سرد دیکھ چکی تھیں مگر وقار اور رکھ رکھاؤ میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ پہلے خاوند کا صدمہ اٹھایا پھر اچانک جواں بسال بیٹا موت کا شکار ہو گیا۔ ہم نے آپا کے چہرے پر کرب تو ضرور دیکھا ان کے لبوں پر بے صبری کے لفظ آتے نہیں دیکھے۔ اب تو وہ بھی جنت مقام ہو گئیں۔ اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

سیٹھ صاحب کی بہن، خالہ امتہ الحی، جو عزیزہ شاہانہ کی ساس ہیں، اپنے رنگ کی وضع دار خاتون ہیں۔ انہیں مل کر فوراً سیٹھ محمد اعظم صاحب کا چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔ انہی کے لہجہ میں انہی کی طرح باتیں کرتی ہیں اور ہم دکن کی زبان کا چٹخارہ لینے کے لئے کبھی کبھی جان بوجھ کر ان سے کوئی تذکرہ لے بیٹھتے ہیں۔ بس وہی مضمون ہوتا ہے اک ذرا چھیڑئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اتنے فراٹے سے دکنی بولتی ہیں کہ مزا آ جاتا ہے۔ ق کو خ اور خ کو ق بولنا تو تمام اہل دکن کا شیوہ ہے مگر ان کے ہاں کچھ اور ہی رنگ ہیں! کسی کی زبان بھائی مسعود احمد خان دہلوی کی طرح درست ہو تو محاورہ کے مطابق اسے "شین یا قاف سے درست ہونا"، کہا جاتا ہے مگر خالہ امتہ الحیٔ تو خ۔ ق سے درست ہیں۔ اللہ ان کی عمر صحت اور بزرگی میں برکت دے۔ آج کل جرمنی میں اپنے بیٹے ادریس بھائی کے پاس مقیم ہیں!

حضرت سیٹھ محمد غوث صاحبؓ کے خاندان کو حضرت مصلح موعودؓ کے خاندان سے بہت ہی تعلق خاطر تھا۔ خاص طور سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے تو وہ لوگ عاشق ہیں۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب اور ان کی بیگم ہر وقت بڑے پیار سے ان کا ذکر اور چرچا کرتے رہتے تھے۔ خالہ امتہ الحیٔ مدظلہا بھی بڑے احترام مگر پیار سے ان کا نام لیتی ہیں۔ اب کی بار جلسہ سالانہ پر ادریس بھائی جرمنی سے لندن حاضر ہوئے۔ عزیزم محمد سلیمان پاکستان سے آئے۔ حضور سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ادریس بھائی سے پہلا سوال کیا آپا امتہ الحیٔ کیسی ہیں؟

رخصت ہوتے وقت حضور نے عزیزی سلیمان سے پوچھا آپ نے یہ تو بتایا کہ آپ مولانا جلیل صاحب کے داماد ہیں یہ نہ بتایا کہ آپ کس کے بیٹے ہیں؟ سلیمان نے عرض کیا "حضور میں نے عرض کیا تو تھا کہ ادریس بھائی میرے بڑے بھائی ہیں"! حضور نے فرمایا "مگر یہ تو آپا امتہ الحیٔ کے بیٹے ہیں" جب سلیمان نے کہا "حضور میں بھی تو انہی کا بیٹا ہوں" تو حضور نے بڑی گرمجوشی سے عزیزم سلیمان کو گلے لگا لیا اور فرمایا "آپ سے تو دہرا تعلق نکل آیا!"

ہم خود اس موقع پر موجود نہیں تھے دوسروں کی زبانی یہ روداد ہم تک پہنچی ہیں مگر ہم نے خالہ امتہ الحیٔ کو اتنے خلوص اور پیار سے حضور، ہمارے حضور، کا ورد کرتے دیکھا ہوا ہے کہ یہ روداد درست لگتی ہے۔ حضور نے بھی یقیناً خالہ امتہ الحیٔ کی اولاد سے اس خلوص اور پیار اور محبت کا سلوک کیا ہوگا!

سیٹھ محمد اعظم صاحب، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، طبیعت کے بہت حساس تھے۔ ایک بار ہم نے دیکھا کہ بسوں کے اڈہ کی طرف سے پیدل چلے آ رہے ہیں۔ دونوں ہاتھوں میں سودے سلف کے تھیلے لٹکا رکھے ہیں، نظریں چرائے، آنکھیں نیچی کئے، تیز تیز گزرتے چلے گئے۔ اگلے روز ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے۔ کل میں چنیوٹ سے سودا سلف لے کر آیا تو اڈے پر ایک ہی تانگہ کھڑا تھا۔ تانگہ میں سوار ہونے ہی کو تھا کہ ایک اپاہج فقیر نے مدد کے لئے صدا لگائی۔ میری جیب میں صرف کرائے کے روپے تھے۔ میں نے وہ اس فقیر کو دے دئے اور زندگی میں پہلی بار سودا سلف اٹھا کر بازار میں چلنے کی خفت اٹھائی۔ تیز تیز گھر آیا کہیں کوئی دیکھ نہ لے!.... ہم نے ان کی بات سن کر ان سے کچھ نہیں کہا۔ جس شخص نے امارت کے دوران موٹر کے سوا اور غربت کے دوران تانگے کے سوا سفر نہ کیا ہو اس کے لئے سودا سلف اٹھا کر بازار میں چلنے کی خفت سے زیادہ اور کوئی قربانی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ان کے نظریں جھکا کر تیز تیز چلنے کی ادا بہت ہی بھائی ہوگی۔

سیٹھ صاحب مرحوم کو ناہید صاحب یقیناً بہت پسند تھے مگر اپنے عبدالسلام اختر مرحوم سے بھی انہیں بہت انس تھا۔ اختر صاحب کے کلام میں جو روانی ہے وہ انہیں بہت بھاتی تھی۔ ہم نے کئی مرتبہ ان کی زبان فیض ترجمان سے اختر صاحب کے کلام کی تعریف سنی۔ کہتے تھے اس شخص میں جگر کی روح بولتی ہے۔

اب رہے استاذی المحترم صوفی بشارت الرحمان صاحب! سیٹھ صاحب مرحوم ان کا بہت احترام کرتے تھے اور کبھی کبھی ان سے علمی نکات پر گفتگو کرتے تو حوالہ اور سند کے لئے شعر پر شعر پڑھتے تھے۔ ہم نے ایک بار تفنن کے طور پر کہا کہ آپ قبلہ صوفی صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے شعر کیوں پڑھتے ہیں؟ فرمانے لگے "اس لئے کہ انہیں شاعر پسند نہیں آتے مگر شعر ضرور پسند آتے ہیں!"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

"طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے"۔

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Children and Ladieswear Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

سے ہم حتمی طور پر کہہ سکیں کہ فلاں شخص مسلمان ہے اور فلاں شخص مسلمان نہیں ہے۔ جسٹس منیر نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ جن علماء سے یہ سوال کیا گیا تھا ان میں کوئی دو عالم بھی ایسی کسی تعریف پر متفق نہیں تھے جس کی رو سے فیصلہ کیا جاسکتا کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔

ایک عالم نے اسلام کی تعریف متعین کرنے کے سوال پر غور کرنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے وقت مانگا اور کہا کہ وہ گہرے غور و فکر کے بعد اس سوال کا معین جواب دے سکیں گے۔ اس پر تحقیقاتی کمیشن کے دوسرے رکن مسٹر جسٹس کیانی نے جن کی مزاح کی حس بہت تیز تھی برجستہ جواب دیا میں آپ کو مزید وقت نہیں دے سکتا کیونکہ آپ اس سوال پر غور کرنے میں تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ پہلے ہی صرف کر چکے ہیں۔ کیا اتنا طویل عرصہ کافی نہیں ہے؟ اگر آپ کے واسطے اسلام کے بنیادی ارکان بیان کرنے اور ان کی تعریف متعین کرنے کے لئے تیرہ صدیاں اور چودھویں صدی کے چند سال کافی نہیں ہیں تو پھر آپ کو اور کتنا زمانہ اس کے لئے درکار ہوگا؟

اس سے بھی ظاہر ہے کہ نفاذ شریعت کا معاملہ بحالت موجودہ بہت ہی گھمبیر معاملہ ہے۔ بالفرض اگر ایک فرقہ کی تشریح زبردستی نافذ کر دی جائے تو پھر ملک کے لئے قانون سازی کے بنیادی حق سے صرف غیر مسلم ہی محروم نہیں قرار پائیں گے بلکہ بہت سے اسلامی فرقوں کو بھی اس حق سے محروم ہونا پڑے گا۔

تصور شریعت کے اختلاف سے پیدا ہونے والے اشکال

چونکہ ہر فرقہ کا تصور شریعت دوسرے فرقہ کے تصور شریعت سے مختلف ہے اس لئے نفاذ شریعت کے سلسلہ میں اشکال کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر ایک فرقہ کے تصور شریعت کے رو سے ایک جرم کی سزا کچھ ہے اور دوسرے فرقہ کے تصور شریعت کے رو سے کچھ اور۔ اس طرح ایک ہی امر کے بارہ میں مختلف اسلامی ملکوں کا عمل مختلف ہوگا۔ اسی پر بس نہیں بعض اسلامی فرقے اپنے تصور شریعت کے رو سے اس فعل کو جرم ہی تصور نہیں کرے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عمل میں اس اختلاف کا غیر مسلم دنیا کیا اثر قبول کرے گی۔ ظاہر ہے غیر مسلم دنیا کا تاثر بہت ہی منفی نوعیت کا ہوگا۔ وہ سوچیں گے عجب مذہب ہے یہ جو ایک جرم کے لئے ایک جگہ ایک سزا دینے کا حکم دیتا ہے اور دوسری جگہ اسی جرم کے لئے ایک اور سزا کا حکم لگاتا ہے اور بعض دوسری جگہوں میں اس جرم کے ارتکاب پر کوئی باز پرس نہیں کرتا کیونکہ وہاں اسے وہ جرم ہی نہیں گردانتا۔ بحالت موجودہ یہ اور اسی قسم کے بعض دوسرے اشکال ہیں جو شریعت کے نفاذ کو قریباً ناممکن بنا دیتے ہیں۔

مزید بر آں بعض امکانی صورتیں ایسی بھی پیدا ہوں گی جن میں بعض دوسرے فرقوں کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی اور کوئی بعید نہیں کہ ان کے حقوق کو پاؤں تلے روندا بھی جائے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک شراب نوشی کا سوال ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ اسلام میں شراب نوشی ممنوع ہے لیکن قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فی الحقیقت یہ ایک قابل تعزیر جرم ہے اور اگر یہ قابل تعزیر جرم ہے تو کیا دنیا میں کسی کو اس کی کوئی سزا مقرر کرنے کا حق یا اختیار حاصل ہے۔ اسے ایک زیر بحث مسئلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس بارہ میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔

قرآن کو بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں شراب نوشی کی کسی سزا کا ذکر نہیں ہے۔ علماء نے بعض احادیث سے استنباط کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس کی یہ، اور اگر یہ نہیں تو فلاں سزا ہونی چاہئے۔ لیکن یہ براہ راست اور صاف و شفاف استنباط نہیں ہے بلکہ کھینچ تان کر نکالا گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بعض علماء کے نزدیک تو یہ احادیث ہی مستند نہیں ہیں۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نہ صرف یہ کہ مسلم سوسائٹی کے ایک طبقہ کو بلکہ غیر مسلموں کے ایک بڑے حصہ کو بھی ایسی وجوہ کی بناء پر جو بذات خود مشتبہ ہیں مستوجب سزا ٹھہرایا جاسکے گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے مشتبہ امور کی بناء پر سزا دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بظاہر کتنا ہی واضح کیوں نہ ہو مگر انتہا پسندی کا کیا علاج! انتہا پسند کہاں نہیں ہوتے۔ خاص طور پر جو لوگ شریعت کو بزور نافذ کرنے کے حامی ہیں وہ بھلا کب کسی کی سنیں گے۔ آپ کو بہت سے ایسے انتہا پسند ملیں گے جو دوسرے کی رائے کو برداشت ہی نہیں کرتے۔ انتہا پسند علماء مشتبہ کو غیر مشتبہ اور یقینی قرار دینے میں کب دیر لگائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ایسا کرنے میں ہم اپنی رائے کا سہارا لے رہے ہیں لیکن ہماری یہ رائے گہری سوچ اور غور و فکر کا نتیجہ ہے اور پھر ہمیں اپنی اس رائے میں زمانہ وسطی کے فلاں عالم کی تائید حاصل ہے اس لئے ہماری رائے قانون کا درجہ رکھتی ہے۔

شریعت کے نفاذ میں حکومت پاکستان کو پیش آنے والی مشکلات

اس قسم کے اختلافات تھے جو حال ہی میں پاکستان میں بہت شدید نوعیت کی بحث و تمحیص کا موجب ہوئے اور وزیر اعظم نواز شریف کو بالآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ شرعی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں صرف ایک فرقہ کی پیش کردہ تشریحات کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

پاکستان میں حکومت کے کارپردازوں نے یہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ چونکہ قرآن کو بہرحال بالادستی حاصل ہے اس لئے وہ ایسی قانون سازی سے مجتنب رہیں گے جو قرآن کی بنیادی تعلیم سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ اس سے آگے وہ ایسے قواعد و ضوابط کو نہیں اپنائیں گے جن کے بارہ میں بنیادی قوانین سے استنباط کر کے نتائج اخذ کئے گئے ہوں اور انہیں قانون کا درجہ دینے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس طرح قانون سازی کے سلسلہ میں خود قرآن کا بیان کردہ ایک اصول باقی رہ جاتا ہے جس کی روشنی میں ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے گی۔

اگر دیکھا جائے تو حکومت نے جس طریق کو اپنایا ہے وہ عملی مشکلات کے پیش نظر بڑی حد تک درست ہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں عمومی طور پر اس اصول کو اپنا کر وزیر اعظم ایک مشکل اور پیچیدہ صورت حال سے اپنے آپ کو نکالنے میں کامیاب رہے ہیں لیکن یہ حالت زیادہ عرصہ قائم نہیں رہے گی۔ علماء ان کے لئے پہلے ہی بلائے جان بنے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کب چین سے بیٹھیں گے۔ وہ پہلے ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ محض شرعی عدالت کا قیام ہی کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے اور یہ کہ کسی قانون کے اسلام کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کے آخری اور حتمی فیصلہ کا اختیار اعلیٰ وفاقی شرعی عدالت کے پاس ہونا از بس ضروری ہے۔ اس طرح ہر پھر کر طاقت کا توازن ملک کے منتخب عوامی نمائندوں کی بجائے دوبارہ انتہا پسند ملاؤں کے حق میں ہو جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر آپ ایک دفعہ ایک ناقابل عمل بات کے جبری نفاذ کو قبول کر لیتے ہیں تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قدم قدم پر نت نئی مشکلات سے آپ دوچار نہ ہوں۔ ایسی صورت میں آپ مزید الجھنوں سے دوچار ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ قدم قدم پر الجھنیں پیدا ہو کر آپ کو آگے بڑھنے ہی نہیں دیں گی۔

آجکل کے مسلمانوں کا انداز حیات صحیح معنوں میں اسلامی نہیں ہے

اس ضمن میں پیش آنے والی مشکلات کا یہی ایک سلسلہ نہیں ہے اس کے سوا ایک اور سلسلہ بھی ہے مشکلات کا اور وہ یہ ہے کہ اکثر ملکوں میں مسلمانوں کی بود و باش اور رہن سہن کا انداز حقیقی معنوں میں پورے طور پر اسلامی نہیں ہے۔ رہن سہن کے اسلامی انداز کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر دن میں پانچ نمازیں ادا کرنے کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح آپ اس بات کے بھی محتاج نہیں ہیں کہ ہر معاملہ میں دیانتداری اختیار کرنے کی خاطر کسی شرعی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ بعینہ اس بات کی بھی حاجت نہیں کہ بالجبر کوئی شرعی قانون اس غرض سے نافذ کیا جائے کہ آپ عدالت میں یا کہیں بھی سچی گواہی دینے کے قابل ہو سکیں۔ ان سب باتوں پر کسی قانون سازی کا سہارا لئے بغیر از خود باسانی عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ فی زمانہ مسلمان ان باتوں پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ ان کا یہ عمل و کردار اس سے مختلف اور متضاد نقشہ پیش کر رہا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک ایسے معاشرے میں جہاں ڈاکہ زنی روز مرہ کا معمول ہو، جہاں بدامنی کا دور دورہ ہو، افراتفری اور انتشار کی کیفیت عام ہو، دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی وبا پھیلی ہوئی ہو، جہاں عدالتوں میں شاذ کے طور پر ہی کوئی سچا گواہ پیش ہوتا ہو، جہاں اظہار خیال یا باہم گفتگو میں گندہ دہنی اور گالی گلوچ کو معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، جہاں انسانی کردار میں شرافت کی کوئی رمق نہ پائی جاتی ہو وہاں آپ باقاعدہ قانون سازی کے ذریعہ شریعت کے نفاذ اور اس پر کماحقہ عمل کی کیسے توقع کر سکتے ہیں۔ اصل حل طلب سوال ہی یہ ہے کہ ایک ایسے بگڑے ہوئے معاشرہ میں شریعت کا بامقصد اور حقیقی نفاذ جبراً کیسے عمل میں لایا جاسکتا ہے؟۔

شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے مناسب ماحول کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے بھی مناسب ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہرچند کہ یہ ایک بدیہی امر ہے لیکن ایک مسئلہ کے طور پر اس کی اہمیت کو بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ میں نے مختلف پیرایہ اظہار اختیار کر کے اس مسئلہ کو بار بار اٹھاتا رہا ہوں لیکن تاحال کسی طرف سے کوئی ایسا جواب سننے میں نہیں آیا جو مناسب ماحول پیدا کرنے کی اہمیت کو تسلیم کئے بغیر پورے معاملہ کا کوئی قابل عمل حل پیش کر سکتا۔ مناسب حال ماحول کی اہمیت ذہن نشین کرانے کا ایک پیرایہ اظہار یہ بھی ہے کہ علاقے علاقے اور ملک ملک کی اپنی اپنی آب و ہوا اور مخصوص فضا ہوتی ہے۔ ہر قسم کے پھول اور پھل ہر قسم کی آب و ہوا میں نہیں پنپ سکتے۔ مختلف پھلوں وغیرہ کے لئے مختلف آب و ہوا اور مخصوص نوعیت کی مختلف فضا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کھجوریں صحرائی علاقوں میں پھولتی پھلتی ہیں۔ شمال کے انتہائی سرد اور خشک علاقوں میں وہ پھل پھول نہیں سکتیں۔ اسی طرح چیریز (Cherries) ایک ایسا پھل ہے جس کا درخت صحرائی علاقوں میں نہیں اگ سکتا۔ اس کے لئے تو مخصوص نوعیت کی یکسر مختلف آب و ہوا درکار ہے۔ بعینہ شریعت کے نفاذ کے لئے بھی اس کے مناسب حال ایک مخصوص ماحول اور فضا کا ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ نے وہ مطلوبہ ماحول اور اس کی مخصوص فضا پیدا نہیں کی تو اس غیر موزوں ماحول اور غیر مناسب فضا میں آپ شریعت کو زبردستی نافذ نہیں کر سکتے۔

چنانچہ انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ گواہ ہے کہ ایک حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نہیں بلکہ ہر نبی نے خدا کے عطا کردہ قانون کو نافذ کرنے کے لئے پہلے وہ صحت بخش و صحت افزا آب و ہوا اور فضا پیدا کی جس کے زیر اثر لوگ بالجبر نہیں بلکہ اپنی خوشی اور مرضی سے اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوا کہ جب ایسا باصلاحیت اور صحت مند معاشرہ معرض وجود میں آگیا تب رفتہ رفتہ شرعی قوانین متعارف کرائے گئے اور اس طرح درجہ بدرجہ لوگوں کو اس کا عادی بنایا گیا۔ یہاں تک کہ قوانین کا پورا ضابطہ منکشف ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ایسا معاشرہ مذہب کے ضابطہ قانون کا (اسے آپ شریعت کا نام دیں یا کسی اور نام سے پکاریں) بار اٹھانے اور اس پر بخوشی اور برضا و رغبت عمل پیرا ہونے کا اہل ہوتا تھا۔

مثال کے طور پر ایک ایسے معاشرے میں جہاں چوری کا رواج اس درجہ ہو کہ اسے معمول کی بات سمجھا جاتا ہو اور جہاں جھوٹ بے دریغ بولا جاتا ہو حتیٰ کہ جھوٹ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہو اگر آپ شریعت کے قوانین نافذ کر کے چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیں تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

CRAWFORD TRAVEL SERVICES
COMPETITIVE FARES TO PAKISTAN - INDIA - THE MIDDLE & FAR EAST - USA & CANADA BY PIA - AIR INDIA - BRITISH AIR - EMIRATE AIR - GULF AIR - KUWAIT AIR AND OTHER MAJOR AIRLINES
PHONE 071 723 2773
FAX 071 723 0502
Room 104, Chapel House
24 Nutford Place, London W1H

اس کا انجام کیا ہوگا؟ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا شریعت کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کو بلا دریغ قطع ید کی سزا ملتی چلی جائے۔ مذہب کے بارہ میں محض جذباتیت سے کام لینا بے فائدہ ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ حقائق کا سامنا کر کے سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے اور نفاذ شریعت کے مقصد میں کامیابی حاصل کی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کی مرضی کو پورا کرنا ضروری ہے اور وہ ضرور پوری ہوگی لیکن اسے نظم و ضبط برقرار رکھتے ہوئے حکمت و دانائی سے پورا کرنا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہم سے اسی کی توقع کرتا ہے۔

اقتدار پر قبضہ کی غرض سے نفاذ شریعت کا بطور بہانہ استعمال

میں نے پاکستان کے سیاسی لیڈروں کے سامنے ایک تجویز رکھی کہ وہ تمام مسلمان علماء کو مدعو کریں اور ان سے کہیں کہ سارے مل کر پہلے ایک چھوٹے سے شہر میں شرعی قوانین نافذ کر کے اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں۔ مثال کے طور پر فیصل آباد کو ہی لے لیں۔ وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے، تاجروں کا شہر اور پھر وہ کاروباری ہیرا پھیری کی وجہ سے بدنام بھی بہت ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب اس ایک شہر کے لوگ شریعت کا بار اٹھانے کے قابل ہو جائیں اور ایک شہر کی پورے طور پر اصلاح ہو جائے تو علماء حکومت سے کہیں ہم نے ایک شہر میں شریعت نافذ کر کے دکھا دی ہے۔ اب تم شرعی قوانین کے نفاذ و اجراء کا انتظام و انصرام سنبھالو اور اسے آگے بڑھاؤ۔ لیکن اس تجویز پر عمل کبھی نہیں ہوگا۔ علماء اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں گے۔ انہیں کیا پڑی ہے کہ وہ لوگوں کو شریعت پر عمل پیرا کرانے اور انہیں اس پر کاربند بنانے کی ذمہ داری سنبھالیں۔ انہیں اس سے بھلا کیا واسطہ۔ یہ اسلام کی محبت نہیں ہے جو ان سے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کروا رہی ہے۔ یہ مطالبہ تو ایک ذریعہ اور واسطہ ہے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچنے، پھر خود اقتدار پر قبضہ جمانے اور خدا کا نام لے لے کر اس کی آڑ میں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کا۔ ان کے اس مطالبہ کی ایک آلہ کار سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سوسائٹی پر پہلے ہی من مانی کرنے اور ظلم روا رکھنے والے بدعنوان لوگ حکمران ہیں لیکن وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں عوام الناس کی نمائندگی کی آڑ میں کرتے ہیں۔ ان کی اس مذموم روش کو طوعاً و کرہاً ایک حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن جب خدا کے نام پر ظلم ڈھایا جائے اور مسلسل ظالمانہ کاروائیاں روا رکھی جائیں تو یہ بدترین قسم کی ایسی مکروہ صورت حال ہے کہ جس سے بڑھ کر مکروہ صورت حال کا تصور انسانیت کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں اس امر پر غور کرنے سے قبل کہ کیا دنیا کے کسی ملک میں کسی مذہبی قانون کو باضابطہ ملکی قانون کے طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ایک بار یا بار بار نہیں بلکہ ہزار بار یہ سوچنا اور اس امر کا اندازہ لگانا پڑے گا کہ ایسا کرنے والوں کی نیتیں، ارادے اور اصل اغراض و مقاصد کیا ہیں اور ان کے کیا نتائج و عواقب رونما ہونگے۔ میرے نزدیک ضروری نہیں کہ ارادے اور اغراض و مقاصد شکوک و شبہات سے یکسر بالا ہوں۔

میں اس مسئلہ کو سردست یہیں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دوسرے موضوع کی طرف توجہ دینے کے لئے وقت نکل سکے گا تو میں اس موضوع پر بھی روشنی ڈال دوں گا۔ سردست میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کے بارہ میں اب ہم بیٹھ کر گفتگو اور تبادلہ خیالات کریں گے۔

(باقی اگلے شمارہ میں)

—○○○—

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینجر)

والدین اور سیکرٹریان وقف نو توجہ فرمائیں!

۱۹۸۷ء میں پیدا ہونے والے واقفین نو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے سات سال کے ہو رہے ہیں۔ اب انہیں حدیث نبویؐ کے مطابق نماز کی ادائیگی کی طرف پیار سے توجہ دلانا شروع کر دیں۔ (جزاکم اللہ)

(از وکالت وقف نو)

ہمارے پاس مسیحا تمہارے پاس ہے کیا؟

ہمارے پاس مسیحا تمہارے پاس ہے کیا؟
تمہیں ہراس اجل ہے ہمیں ہراس ہے کیا؟

شعاع مہر نہیں ہے اگر خدنگ افگن
تو قافلہ یہ ستاروں کا بدحواس ہے کیا؟

خموں میں بادہ بھی ہے جام بھی ہے میکش بھی
نہیں ہے ساقی محفل تو جی اداس ہے کیا؟

سخن طرازیاں اغیار کی سنیں ہیں بہت
ذرا ادھر تو سنو میری التماس ہے کیا؟

اگر فراق مسیحا نہیں مریض تجھے
ٹپک رہی تری آنکھوں سے پھر یہ یاس ہے کیا

مقیم ہوتے ہیں آ آ کے کارواں تنویر
ہوائے قادیاں بھی مومنوں کو راس ہے کیا

(روشن دین تنویر)

بقیہ از صفحہ ۱۲

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جب "وسع مکانک" کا الہام ہوا تو حضورؑ نے مجھ سے فرمایا کہ مکانات بنوانے کے لئے تو ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ اس حکم الٰہی کی اس طرح تعمیل کر دیتے ہیں کہ دو تین چھپر بنوا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے مجھے اس کام کے واسطے امرتسر حکیم محمد شریف صاحب کے پاس بھیجا جو حضور کے پرانے دوست تھے اور جن کے پاس حضور اکثر امرتسر میں ٹھہرا کرتے تھے، تاکہ میں ان کی معرفت چھپر باندھنے والے اور چھپر کا سامان لے آؤں چنانچہ میں جا کر حکیم صاحب کی معرفت امرتسر سے آدمی اور چھپر لے آیا۔ اور حضرت صاحب نے اپنے مکان میں تین چھپر تیار کروائے۔ یہ چھپر کئی سال تک رہے پھر ٹوٹ گئے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صـ ۱۲۶
مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حضور نے فرمایا کہ اب قادیان میں خوبصورت مہمان خانے تعمیر ہو چکے ہیں اور ساری دنیا میں جہاں جلسہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں تمام مشن ہاؤسز یہ عالمگیر عظیم عمارتیں سب ان ہی تین چھپروں کے سائے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ عالمگیر جماعت اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ کا جو سلوک اس زمانے میں تھا وہ آج بھی جاری و ساری ہے۔

خطاب کے آخر پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو ہر جہت سے مختلف نوع کے خطرے درپیش ہیں۔ دن بدن انسانی قدریں کم ہوتی یا مرتی چلی جا رہی ہیں۔ سیاست پر بھی اس کا اثر ہے وہ اس وجہ سے ایسے فیصلے کر بیٹھتے ہیں جو نہ ان کے ملک کے لئے مفید ہیں نہ بین الاقوامی تعلقات کے لحاظ سے مفید ہیں۔ یو۔ این۔ او کے فیصلے بھی خالصۃً عوام یا بنی نوع انسان کے لئے نہیں ہوتے وہ اپنے محدود مفادات کی خاطر فیصلے کرتے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ لوگوں میں قیام امن کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہمیں عالمی جدوجہد کرنی چاہئے اور جس طرح بھی ہو لوگوں کو سمجھائیں کہ انسان کے لئے جو جہنم اس دنیا میں تیار ہو رہی ہے وہ خود انسانوں کے ہاتھوں بنائی جا رہی ہے۔ کہیں یہ جہنم مذہبی علماء تیار کر رہے ہیں کہیں اقتصادی رہنما اور کہیں تہذیب و تمدن کے نقوش بنانے والے تیار کر رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اس دنیا کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ابراہیمی مزاج اور ابراہیمی روح کی ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ابراہیم کہا گیا اور بشارت دی گئی کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کو خدا نے رہنمائی کی وہ صلاحیت بخشی ہے اور تقویٰ کی برکت سے وہ نور بخشا ہے جس نور کی روشنی میں تمام اندھیروں کے ازالے کئے جائیں گے۔ حضور نے عالمگیر جماعت احمدیہ کو توجہ دلائی کہ وہ امن عالم کے قیام کے لئے خصوصیت سے کوشش کرے۔ حضور نے "تحفہ قیصریہ" اور "پیغام صلح" کے حوالہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ بنیادی اصول کا ذکر فرمایا جس کے نتیجہ میں تمام مذہبی قومیں انسانیت کے ہاتھ پر اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس بنیادی اصول کو اجاگر کرتے ہوئے عالمگیر کوشش جہاد کی صورت میں کرنی چاہئے تاکہ دنیا میں حقیقی امن قائم ہو سکے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب لندن کے وقت کے مطابق بارہ بجے تک جاری رہا اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

بقیہ مختصرات

بہتر ہے۔ جبکہ دوسرا خیال یہ ہے کہ Mixed Ability کے اصول پر کلاس میں سب طالب علم ملے جلے ہوں تو بہتر ہے۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں صحیح طریق کیا ہے؟

(۷) یہود کی تاریخ میں لمبے عرصہ تک انسانی قربانی اور سوختنی قربانی کا طریق جاری رہا ہے۔ اس پر مختصر تبصرہ۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو غیر احمدی لوگ جسمانی خیال کرتے ہیں جبکہ جماعت احمدیہ کے نزدیک یہ ایک لطیف رنگ کا روحانی کشف تھا۔ جماعت احمدیہ کے اس موقف کی کیا دلیل ہے؟

(ع - م - ر)

قادیان دارالامان میں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

۲۶، ۲۷ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۹۴ء کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی مقدس بستی قادیان میں جماعت احمدیہ کا ایک سو تیسرا جلسہ سالانہ کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں باوجود کئی قسم کی مشکلات اور روکوں کے پانچ ہزار سے زائد افراد شامل ہوئے۔ ہندوستان کے علاوہ بیس سے زائد بیرونی ممالک کے نمائندگان نے بھی اس میں شرکت کی۔ مضافات قادیان سے سات سو کے قریب نو مبایعین بھی جلسہ میں شامل ہوئے۔ بارش کی وجہ سے دوسرے اور تیسرے روز کے جلسہ کی کاروائی کھلے میدان کی بجائے مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ آج سے سو سال پہلے ۱۸۹۴ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا وہ بھی مسجد اقصیٰ میں ہی ہوا تھا۔ جلسہ کے شرکاء نے اجتماعی نماز تہجد، باہمی اخوت و محبت اور دعاؤں کے روح پرور ماحول میں یہ ایام گزارے۔ اس موقعہ پر مختلف علماء سلسلہ کی تقاریر اور مجلس سوال و جواب کے علاوہ سب سے اہم پروگرام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ جلسہ قادیان کے شرکاء سے جلسہ کے پہلے اور آخری روز کے خطابات تھے جو ساری دنیا میں Live نشر ہوئے۔ ان ایام میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ نے خصوصی نشریات پیش کیں۔

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

شذرات

(م-ا-ح)

مہذب لوگ کسی جگہ مل بیٹھ کر بات چیت کریں تو اسے مکالمہ کہتے ہیں، شعر و سخن کی محفل برپا کریں تو یہ مشاعرہ ہوتا ہے اور اگر کسی متنازعہ مسئلہ پر دلائل دیں تو مباحثہ یا مناظرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مجلس صرف اس لئے بلائی جائے کہ اس میں شامل لوگ ایک سے ایک بڑھ کر بڑا جھوٹ بولیں تو دروغ گوئی کے اس دنگل کو مکاذبہ نہیں تو اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے ایک اردو روزنامہ "خبریں" نے ایک ایسا ہی مکاذبہ منعقد کیا ہے جس میں بھانت بھانت کے ملا جمع کئے گئے جس میں قدر مشترک احمدیت دشمنی تھی۔ ان میں سے ہر ایک نے نہلے پر دہلا مار کر بازی لے جانے کی کوشش کی اور عنداللہ ملعونوں میں اپنا نام لکھوایا۔ اس فورم کی رپورٹ اخبار مذکور کے یکم نومبر ۱۹۹۴ء کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر افترا تو ایسے ہیں جو بار بار ان کے مونہہ پر مارے جاچکے ہیں۔ لیکن ایک بیان ایسا ہے کہ خود ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیں اور یہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کا یہ دعویٰ ہے کہ:

"کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ گزشتہ بیس سالوں کے دوران پاکستان میں ایک بھی قادیانی کو قتل کیا گیا ہو"۔

اسے دیدہ دلیری کہیں یا لاعلمی گردانیں۔ بے حیائی ٹھہرائیں یا خدا کا قہر کہ ۱۹۷۴ء سے لے کر آج کی تاریخ تک جن احمدیوں کو محض احمدی ہونے کے جرم میں شہید کیا گیا ہے ان میں سے بیشتر کی خبریں نہ صرف پاکستانی پریس میں آئیں بلکہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی اداروں نے اپنی رپورٹوں میں اس پر احتجاج کیا۔ ہم یہاں پر حیدر آباد، سکھر، کراچی، لاہور، گوجرانوالہ اور مردان وغیرہ کے شہداء کی فہرست دے کر ان بے گناہوں کے مرتبہ کو کم نہیں کرنا چاہتے۔ ان کے اور ان کے قاتلوں کے نام خدا تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہیں اور وہی ان سے معاملہ کرے گا۔

یہ غلام مرتضیٰ ملک وہی صاحب ہیں جو گزشتہ برس محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہوئے ہیں فراغت کے پہلے چند ماہ سیاسی امور پر دانشوری کی کوشش کی اور جب وہاں دال نہ گل سکی تو اب ڈاڑھی بڑھا، سر پر ٹوپی رکھ کر ملاؤں میں آن ملے ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق محکمہ تعلیم سے تھا اس لئے شاید قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے سینئر پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر سے واقف ہونگے جن کے ظالمانہ قتل پر نہ صرف یونیورسٹی کے سب اساتذہ نے بلاخوف اسے احمدیت سے تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے بلکہ صدر مملکت اور وزیر اعظم نے بھی اس کی مذمت میں بیان دئے ہیں۔

ڈاکٹر مرتضیٰ اور ان کے چیلے چانٹے کسی احمدی کے قتل کو تسلیم کریں یا نہیں، ہمارے پاس اس کا کچھ علاج نہیں۔ البتہ دو باتوں سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔

ایک یہ کہ پاکستان میں عوام کو احمدیوں کے قتل پر اکسانے اور علی الاعلان اس کی تلقین کرنے پر کوئی پابندی نہیں اور دوسرے یہ کہ جب کوئی ناقص العقل شخص ملاؤں کی باتوں سے اشتعال میں آکر واقعتاً کسی احمدی کی جان لے لیتا ہے تو یہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ ہمیں ان ظالموں سے کوئی گلہ نہیں، افسوس ہے تو اس بات کا کہ جب کوئی بدباطن منبر پر چڑھ کر احمدیوں کے قتل کی انگیخت کرتا ہے اور بعد میں ان تقریروں کے متن رسائل میں شائع ہوتے ہیں تو قانون کے کان بہرے اور آنکھیں کیوں اندھی ہو جاتی ہیں۔ جمہوریت اور عدل کے دعوے کہاں چلے جاتے ہیں اور جب یہ لوگ خود اپنے مونہہ سے قاتلوں کی مدد کا اقرار کرتے ہیں تو یہ بے دانت کا قانون حرکت میں کیوں نہیں آتا۔

احمدیوں کے قتل پر لوگوں کو ابھارنے کا ایک ثبوت ملاحظہ فرمایئے:

گزشتہ ستمبر میں سندھ کے قصبہ بدین اور لاڑکانہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے دو "عظیم الشان" کانفرنسیں کی ہیں جن کی روداد انہی کے ناقوس خصوصی ہفت روزہ "ختم نبوۃ" کراچی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے مطابق ایک مقرر محمد قاسم جمالی نے کہا:

"مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے یہ درخواست ہے کہ آپ ہماری راہ نمائی اور تربیت فرمائیں تو پھر ہم انشاء اللہ قادیانیوں کی بدین ضلع میں جڑ سے اکھاڑ کر ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیں گے"۔

اور ایک ملا عیسیٰ سموں نے کہا کہ:

"یہ دور دلائل کا نہیں بلکہ یہ دور عملی جہاد کا ہے۔ ملعون قادیانیوں کے سامنے قرآن و حدیث کے دلائل دینے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

اور تیسرے (احمد میاں حمادی) نے گرہ لگائی:

"یہ مرتد ہیں اور ان کا اصل علاج قتل ہے جیسا کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی کے ساتھ برتاؤ ہوا"۔

بعینہ یہی الفاظ ۱۹۹۳ء میں جنگ لندن کے ایک فورم میں پاکستان سے آئے ہوئے ایک شریر ملا نے کہے تھے۔ (جنگ لندن سنڈے ایڈیشن، ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

اور جب ان کی تحریک پر کوئی کم سواد احمدی پر قاتلانہ حملہ کرتا ہے یا کسی بے گناہ احمدی کو شہید کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ نہ صرف بغلیں بجا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ قانون کی گرفت سے بچانے کے لئے اس کے مقدمے لڑتے ہیں اور علی الاعلان اس کی سرپرستی پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ یہ بیان:

"عالمی مجلس ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کے ان مقدمات میں قانونی امداد بہم پہنچاتی ہے جن میں مسلمان مظلوم (ان درندہ صفت ظالموں کی مظلومیت کی بھی خوب رہی۔ ناقل) ہوں خواہ وہ قتل کا کیس ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا اسلم قریشی نے جب ایم احمد قادیانی پر قاتلانہ حملہ کیا یا غازی حاجی مانک نے ایک قادیانی کو جہنم رسید کیا تو ایسے مقدمات کی مجلس نے نہ صرف پیروی کی بلکہ ان مسلمان گھرانوں میں ماہانہ معقول وظیفہ کا بھی اہتمام کیا۔ اس وقت بھی درجن بھر ایسے مقدمات عدالتوں میں چل رہے ہیں جن کی عالمی مجلس پیروی کر رہی ہے"۔

(عزیز الرحمٰن جالندھری، تعارف عالمی مجلس ختم نبوت صـ ۷)

افسوس اس بات پر نہیں کہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کو صرف گزشتہ ایک سال کے دوران احمدیت کے نام پر شہید کئے جانے والے ڈاکٹر نسیم بابر، عبدالرحمٰن باجوہ ایڈووکیٹ، سلیم پال، دلشاد حسین، احمد نصراللہ، رانا عبدالستار، عبدالحفیظ اور وسیم احمد کا علم نہیں یا گوجرانوالہ، چک سکندر اور ننکانہ صاحب میں احمدیوں کے قتل عام سے بے خبر ہیں، ماتم کے لائق یہ امر ہے کہ پولیس اور عدالتوں نے بہیمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان معصوم جانوں کے ضیاع پر کوئی کاروائی نہیں کی۔ ان کی سنگدلی کا انداز یہ ہے کہ "چھڈو جی۔ قتل ہونے والے احمدی ہی تو تھے، پھر کیا ہوا؟" ادھر ارباب اقتدار نے اپنے ہاتھوں پر دستانے چڑھا رکھے ہیں سو:

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں

لیکن غلام مرتضیٰ سمیت سبھی یاد رکھیں کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ ظالموں کی رسی کو دراز نہیں کرتا۔ یہ سبھی شہداء اپنے خونی لباس میں احکم الحاکمین کے حضور میں کھڑے ہیں۔ اب "حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ" کی وعید کا انتظار کریں۔

ربوہ میں جماعت احمدیہ کو سالانہ جلسہ کے انعقاد کی اجازت نہیں دی گئی

[پریس ڈیسک] ربوہ سے آمدہ اطلاع کے مطابق امسال بھی جماعت احمدیہ کو اپنے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی اجازت حکومت کی طرف سے نہیں ملی۔ ۱۹۸۴ء سے لے کر ہر سال حکومت پاکستان مختلف حیلوں بہانوں سے اس خالصتاً مذہبی جلسہ کے انعقاد میں روکیں ڈالتی آئی ہے۔ اس کے برعکس جماعت احمدیہ کے معاندین جب ان کا جی چاہے ربوہ شہر میں، جہاں قریباً ۹۵ فیصد سے زیادہ احمدی مسلمان آباد ہیں اپنی کانفرنسیں منعقد کرتے اور گلیوں اور بازاروں میں جلوس نکالتے رہتے ہیں جن میں جماعت احمدیہ اور اس کے اکابرین کے خلاف حد درجہ دشنام طرازی کی جاتی ہے اور سخت اشتعال انگیز تقاریر کی جاتی ہیں۔ ان کانفرنسوں میں مقرر اور سامعین تمام کے تمام ربوہ کے باہر سے لائے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومت کے ایماء پر کیا جاتا ہے اور اس طرح احمدی مسلمانوں کی حد درجہ دلآزاری کی جاتی ہے۔

مگر جب بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے سالانہ جلسے کے انعقاد کا اعلان ہوتا ہے تو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ملاں بیان بازی شروع کر دیتے ہیں کہ احمدی مسلمانوں کو جلسہ کی اجازت نہ دی جائے اور پھر حکومت کے افسران بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں اور اس طرح احمدی مسلمانوں کو ان کے بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

جلسہ کے انعقاد کی درخواست کو نامنظور کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر جھنگ نے ناظر امور عامہ ربوہ کو اپنی چٹھی نمبر ۴۰۴۸ محررہ ۱۴ دسمبر ۱۹۹۴ء میں لکھا کہ آپ کی چٹھی محررہ ۱۷ نومبر ۱۹۹۴ء زیر غور آئی مگر ضلع میں لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے، نیز فرقہ وارانہ تناؤ کی وجہ سے جلسے کے انعقاد کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس سے قبل مجلس انصاراللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو ربوہ میں اپنے سالانہ اجتماعات کے انعقاد اور اس میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی منظوری بھی نہیں دی گئی تھی۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جنگ لندن کی ۲۰ دسمبر ۱۹۹۴ء کی اشاعت کے مطابق مولویوں نے شرارت کے طور پر ربوہ میں عین مسجد اقصیٰ کے سامنے چوک میں سہ روزہ کانفرنس کرنے کی اجازت انہی دنوں مانگی تھی جن دنوں کہ ربوہ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہوتا تھا۔ جس پر ڈپٹی کمشنر جھنگ نے مولویوں کو لکھا کہ انہیں اس جگہ کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی جبکہ احمدی مسلمانوں کو امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کے تحت پاکستان میں کسی بھی مقام پر جلسہ، جلوس، تبلیغ، تقریر، زبانی یا تحریراً اجازت نہیں دی جا سکتی۔

معاندِ احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے